احمدیہ انجمن لاہور کی خصوصیات

- آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پرانا۔
- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔
- سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔

فون نمبر: 5863260 5862956 — مدیر: چوہدری ریاض احمد — رجسٹرڈ ایل نمبر: 8532 — قیمت فی پرچہ -/10 روپے
Email: centralanjuman@yahoo.com
جلد نمبر 98 | 25 محرم الحرام تا 25 صفر المظفر 1432 ہجری۔ یکم تا 31 جنوری 2011ء | شمارہ نمبر 1-2

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

جو میری راہ پر چلنا نہیں چاہتا وہ مجھ میں سے نہیں

میں اپنے ساتھ ان لوگوں کو کیا سمجھوں جن کے دل میرے ساتھ نہیں جو اس کو نہیں پہچانتے جس کو میں نے پہچانا ہے اور نہ اس کی عظمتیں اپنے دلوں میں بٹھاتے ہیں اور نہ ٹھٹھوں اور بے راہیونکے وقت خیال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں دیکھ رہا ہے اور کبھی نہیں سوچتے کہ ہم ایک زہر کھا رہے ہیں جس کا بالضرور نتیجہ موت ہے درحقیقت وہ ایسے ہیں جن کو شیطانی راہیں چھوڑنا منظور ہی نہیں۔ یاد رہے کہ جو میری راہ پر چلنا نہیں چاہتا۔ وہ مجھ میں سے نہیں اور اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے اور جو میرے مذہب کو قبول نہیں کرتا بلکہ اپنا مذہب پسندیدہ سمجھتا ہے وہ مجھ سے ایسا دور ہے جیسا کہ مغرب مشرق سے۔ وہ پرخطا ہے کہ سمجھتا ہے کہ میں اس کے ساتھ ہوں۔ میں بار بار کہتا ہوں کہ آنکھوں کو پاک کرو اور ان کو روحانیت کے طور سے ایسا ہی روشن کرو۔ جیسا کہ وہ ظاہری طور روشن ہیں۔ ظاہری روئت تو حیوانات میں بھی موجود ہے مگر انسان اس وقت سوجا کھا کہلا سکتا ہے جبکہ باطنی رویت یعنی نیک وبد کی شناخت کا اس کو حصہ ملے اور پھر نیکی کی طرف جھک جائے۔

سو تم اپنی آنکھوں کے لئے نہ صرف چار پاؤں کی بینائی بلکہ حقیقی بینائی ڈھونڈو اور اپنے دلوں سے دنیا کے بت باہر پھینکو کہ دنیا دین کے مخالف ہے۔ جلد مرو گے اور دیکھو گے کہ نجات انہی کو ہے جو کہ دنیا کے جذبات سے بیزار اور بری اور صاف دل تھے میں کہتے کہتے ان باتوں کو تھک گیا کہ اگر تمہاری یہی حالتیں ہیں تو پھر تم میں اور غیروں میں فرق ہی کیا ہے لیکن یہ دل کچھ ایسے ہیں کہ توجہ نہیں کرتے۔ ان آنکھوں سے مجھے بینائی کی توقع نہیں لیکن اگر خدا چاہے اور میں تو ایسے لوگوں سے اس دنیا اور آخرت میں بیزار ہوں اگر میں صرف اکیلا کسی جنگل میں ہوتا تو میرے لئے ایسے لوگوں کی رفاقت سے بہتر تھا۔ جو خدا تعالیٰ کے احکام کو عظمت سے نہیں دیکھتے اور اس کے جلال اور عزت سے نہیں کانپتے۔ اگر انسان بغیر حقیقی راستبازی کے صرف منہ سے کہے کہ مسلمان ہوں یا بھوکا اگر صرف زبان پر روٹی کا نام لائے تو کیا فائدہ۔ ان طریقوں سے نہ وہ نجات پائے گا اور نہ ہی وہ سیر ہوگا۔ کیا خدا تعالیٰ دلوں کو نہیں دیکھتا۔ کیا اس علیم وحکیم کی گہری نگاہ انسان کی طبیعت کے پاتال تک نہیں پہنچتی؟ (شہادۃ القرآن۔ پیغام صلح 1937ء)

مسیح وقت آیا ہادی راہِ ہدیٰ آیا

از جناب مولانا مرتضیٰ خان حسن مرحوم

مبارک مومنوں کو نائب خیر الوریٰ آیا
شہِ ملک ہُدیٰ آیا بروزِ مصطفےٰ آیا

شبِ تاریک و تیرہ میں مہِ فرخ لقا آیا
مجسم رحمتِ حق مظہرِ نورِ خدا آیا

خدا ظاہر ہوا جس پر وہ مقبولِ خدا آیا
حبیبِ کبریا آیا امامِ اتقیا آیا

رسول اللہ نے دی تھی بشارت جس کے آنے کی
قسم اللہ کی مجھ کو وہی مردِ خدا آیا

وہ آیا جس کے آنے کے لئے بیتاب دنیا تھی
مسیحِ وقت آیا ہادی راہِ ہُدیٰ آیا

فراوانی ہوئی دنیا میں اب یمن و سعادت کی
زہے قسمت خوشا بختِ رسا ظلِّ ہُما آیا

مسرت سے نہیں پھولے سماتے آج اہلِ دیں
خدا کے دیں کا رکھوالا امامِ باصفا آیا

براہیں کے لئے شمشیر ہاتھوں میں بصد شوکت
رکھے تاجِ ولایت سر پہ از بہرِ غذا آیا

سنبھل جانا ذرا اے دشمنان دین سنبھل جانا
کہ میدانِ وغا میں میرزا شیرِ خدا آیا

ہوا اس کے مقابل ناطقہ بند اہلِ باطل کا
غضب کا رعبِ حق لیکر یہ مردِ باخدا آیا

پڑی تھی سخت گردابِ بلا میں کشتی اُمت
خدائے پاک کے لطف و کرم سے ناخدا آیا

بس اب ہوجائے گی سب مشکلیں آسان اُمت کی
خدا نے دستگیری کی شہ مشکلکشا آیا

درخشاں آفتاب اسلام کا اب ہوگا دنیا میں
اڑی ظلمت جہاں سے نیرِّ صدق و صفا آیا

سالانہ دعائیہ روحانی تربیت اور سماجی ہم آہنگی پیدا کرنے کا ایک الٰہی پروگرام ہے

تحریک احمدیت اور اس کے ممبران کی زندگیوں کا مقصد قرآن مجید کو پڑھنا اور دنیا میں پھیلانا ہے۔

افتتاحی خطاب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

برموقع سالانہ دعائیہ 2010ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿1﴾ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿2﴾ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ﴿3﴾ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ﴿4﴾ اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ﴿5﴾ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ﴿6﴾ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ ﴿7﴾۔

میں اس سالانہ جلسہ کی تقریب کا آغاز خدا کے بابرکت کلام سے کر رہا ہوں۔ اللہ تعالےٰ کی تعریف کرتے ہوئے کہ اس نے ہمیں زندگی دی اور یہ موقع دیا کہ ہم دوبارہ اکٹھے مل کر دعائیں کریں۔ جن مشکل حالات کے باوجود ہم اکٹھے بیٹھے ہوئے ہیں ان سے آپ بخوبی واقف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آج کے دن اس دعائیہ کے علاوہ ایک ایسا لیڈر بھی ہم کو دیا جس کا نام محمد علی جناح تھا۔ آج ان کا یوم ولادت بھی ہے۔ انہوں نے ہمارے لئے علیحدہ ملک حاصل کیا تھا۔ قائداعظم کا خواب تھا کہ یہ ملک آزاد ہو اور جس میں رہنے والے تمام ادیان کے لوگوں کو اپنے اپنے عقیدہ کے مطابق آزادی سے عمل کرنے کی اجازت ہوگی۔ تمام ان لوگوں کو اپنی عبادت گاہوں میں جا کر اللہ تعالیٰ کے حضور سر جھکانے اور اپنے اپنے طریقوں سے اس کو یاد کرنے کی پوری پوری آزادی ہوگی۔ اپنے دین کو ہر طریقے سے ایک دوسرے تک پہنچانے کی بھی آزادی ہوگی۔ لیکن جن حالات سے آج ہمارا ملک گذر رہا ہے۔ ہم یہی دعا کر سکتے ہیں کہ اس قائد کی روح کے مطابق جو ملک بنایا گیا تھا اللہ تعالیٰ اس کو اس کے مطابق کر دے اور اس ملک کو اپنی حفاظت میں لے لے اور جن ظالموں نے اس کو اس وقت ہائی جیک کر رکھا ہے ان ظالموں سے اسے چھٹکارا عطا فرمادے۔
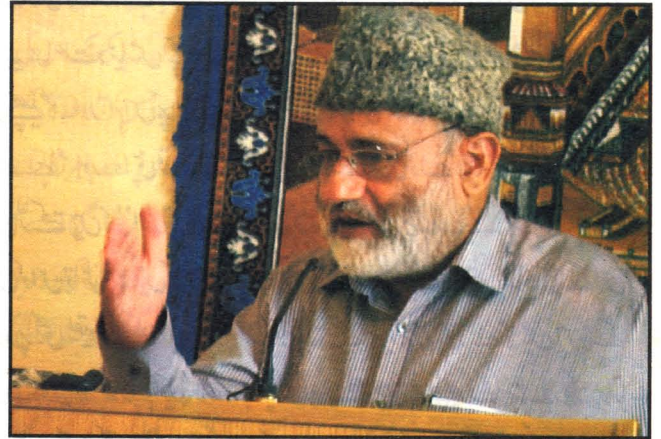
آج 25 دسمبر کے حوالہ سے عیسائیوں کا کرسمس کا تہوار بھی ہے۔ آج کے دن عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا دن مناتے ہیں۔ کیونکہ ہم اس ملک کو آزاد ملک کہتے ہیں اور ہر دین کے ماننے والوں کو اپنے تہوار منانے کا حق دیتے ہیں اس لئے ہم ان کو بھی اس خوشی میں شامل سمجھتے ہیں کہ وہ اس خوشی کے تہوار کو اپنے مطابق منائیں۔ اسی مبارک تاریخ کو اللہ تعالیٰ کے امام نے ایک ایسی دعائیہ کی رسم ڈالی جس سے ہم ایک صدی سے اوپر عرصہ سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اکھٹے ہو جاتے ہیں اور مل کر دعائیں کر لیتے ہیں۔ اور یہ میرا کامل یقین ہے کہ ہمارے لئے یہ دعائیہ کسی عبادت کے موقع سے کم نہیں کیونکہ ماموزمانہ نے اس کو خدا تعالیٰ کے حکم سے جیسے کہ میں آپ کو آگے بتاؤں گا اس سالانہ دعائیہ کی بنیاد رکھی تھی۔

آج میں جن حالات میں آپ سب سے مخاطب ہوں، ان کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ سب اس کو سمجھتے ہیں۔ اور جہاں پر ہم پچھلے چند ہفتوں سے آج کے دن کو ممکن بنانے کے لئے تیاریوں میں لگے رہے اس سے زیادہ ہمارا ذہن ہر وقت ایک پریشانی میں مبتلا رہا کہ ہمارا بہت ہی قیمتی بھائی اغواء ہو گیا ہے۔ اس سلسلہ میں ہماری فکر اور ہمارا دھیان اس طرف لگا رہا اور اس کے لئے ہم

دعا کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس بیٹے کو ہمارے اس بھائی کو واپس ہم میں لے آئے اور ظالموں کے دلوں کو نرم کردے۔ اور ان سے وہ آزادی حاصل کرلے اور صحت اور تندرستی سے اپنے گھر واپس آجائے۔ آج میں اس کی کمی محسوس کر رہا ہوں۔ اللہ اس کو لمبی زندگی عطا کرے وہ نوجوان بچہ باقاعدگی سے سالانہ دعائیہ میں شامل ہوتا اور اپنے فکر انگیز خیالات ہمارے سامنے پیش کرتا۔ اس بچے میں میں نیکی اور دینی جذبہ کا عجیب رنگ دیکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی خاص حفاظت میں رکھے کہ وہ اس جماعت کو بہت آگے لے جانے کی قابلیت اور جذبہ رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے نہایت دردمندانہ دعا ہے کہ اس کو ہم میں واپس لے آئے۔ آمین۔

میں اپنے تمام مہمانوں کو جو باہر سے آئے ہیں۔ باہر ممالک سے، باہر شہروں سے اور دارالسلام کی اس بستی کے باہر سے اور دیگر آنے والوں کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس آنے کو قبول فرمائے اور جس وجہ سے وہ آئے ہیں اس کو بھی وہ حاصل کریں اور ان کا یہ سفر محض ایک تکلیف بن کر نہ رہ جائے۔ یہ دعائیہ ایک خاص نوعیت کا ہے۔ اس کی ایک روحانی اہمیت ہے۔ اس لئے ان دنوں سے بھرپور فائدہ اٹھائیں۔ جماعت اور اس کے مقاصد کے ساتھ یکجہتی کا مظاہرہ کریں اور اپنے ایمان کی قوت کا مظاہرہ کریں۔ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے۔ یہاں عبادات میں شامل ہوں اور تمام نمازوں میں، تمام پروگراموں میں آپ کی شمولیت نظر آئے اور آپ پورے ذوق وشوق سے ان میں شامل ہوں۔ حضرت مسیح موعودؑ کے مطابق ہمیں یہ اجتماع موقع فراہم کرتا ہے کہ ہم خدا کے قریب ہوں اس کو نزدیک سے پہچاننے کی کوشش کریں۔ ہم مل کر بیٹھتے ہیں، اچھی باتیں سنتے ہیں، دعاؤں میں اکٹھی آمین کہنے سے، اپنے ارادوں کو دوبارہ پختہ کرنے سے انسان بہتری کی طرف جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ایسے لوگوں سے ہماری ملاقاتیں ہوتی ہیں جن سے ہم پہلے کبھی نہ ملے تھے۔ اور پھر ان سے بھی ہو جاتیں ہیں جن کو ہم اچھی طرح سے جانتے ہیں لیکن وہ فاصلوں کی وجہ سے ہم سے دور ہوتے ہیں۔ اس دعائیہ کے مقصد کو بچے صرف یہ نہ سمجھ لیں کہ دارالسلام کے پارک میں کھیلنے کا ایک اچھا موقع مل گیا ہے۔ نہ نوجوان اور بڑے یہ سمجھیں کہ یہ صرف میل ملاپ اور سیر وتفریح کا ایک موقع ہے۔ یہ بھی اپنے وقت میں ضرور کریں لیکن روحانیت کا حصول اس دعائیہ کا بنیادی مقصد ہے۔ یہ روحانیت حاصل کرنے کا ایک نہایت ہی اہم موقع ہے جس کو اپنے ہاتھوں سے ضائع نہ کریں۔

اس میں بھرپور طریق پر شرکت کریں، اپنے دماغ سے شرکت کریں اور اپنی روح سے شرکت کریں اور خدا تعالیٰ کے قرب کو حاصل کرنے کی کوشش کریں اور یہ جو ہمارے درمیان فاصلے ہو گئے ہیں ان کو کم کرنے اور دوستی کو بڑھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ موقع ہمیں عطا کیا ہے اس سے سب پورا فائدہ اٹھائیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اس سال میں جو آزمائشیں احمدیوں پر آئیں۔ جگہ جگہ پر آئیں ان کے مد نظر جو خدا کے دین کے جو دشمن ہیں انہوں نے یہ منصوبہ کیا تھا کہ یہ جماعت ڈر کے بالکل ایک جگہ بیٹھ جائے۔ مٹ جائے۔ ایسا اللہ تعالیٰ نے ہونے نہیں دینا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے بشرطیکہ ہم اس قابل ہوں۔ انشاء اللہ ہم وہ دن دیکھیں گے کہ یہ جماعت دنیا میں پھیلے گی۔ اسلام کے بارے میں اس کی سوچ اور فلسفہ دنیا میں پھیلے گا۔ اور ہم اس پر پورا یقین رکھتے ہیں کہ ان اللّٰہ معنا کہ ''اللہ ہمارے ساتھ ہے'' اور وہ اپنی قدرت سے اس جماعت کو ترقی دے گا۔ ہم اس بات پر بھی یقین رکھتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ ہماری شہ رگ سے بھی قریب ہے''۔ بشرطیکہ ہم اپنے دلوں کو اس قابل بنائیں کہ وہ ہمارے دلوں میں بسا رہے۔ اور ہم اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ پر بھی یقین رکھتے ہیں کہ ''جب جب مجھے میرا بندہ پکارے گا میں اس کے قریب ہوں گا'' اور ہم ایک زندہ خدا پر یقین رکھتے ہیں جو نہ صرف سنتا ہے بلکہ بولتا بھی ہے۔ آج بھی بولتا ہے لوگوں کے جواب دیتا ہے اور ان کی دعائیں سنتا ہے۔ ہم اس موقع سے بھرپور فائدہ اٹھائیں اور ہم وہ دعائیں کریں جن کی قبولیت ہمارے لئے فائدہ مند ہو۔ ہماری جماعت کے لئے فائدہ مند ہو۔ ہماری اولادوں کے لئے فائدہ مند ہو۔ ہمارے ملک اور ہماری سوسائٹی کے لئے فائدہ مند ہو۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے فرمایا ہے کہ اس دعائیہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح نہ سمجھو اور یہ خیال نہ کرو کہ یہ ایک عام سا اجتماع ہو رہا ہے۔ یہ محض اجتماع نہیں ہے اس لئے ہم اس کو دعائیہ کہتے ہیں کیونکہ یہ ہمارا لئے خدا کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اور اگر ہم اس پر دھیان کریں اور یہ بھی یاد رکھیں کہ اس میں خدا تعالیٰ کی تائید شامل ہے اور اعلائے کلمہ حق کے لئے اس سالانہ اجتماع کو قائم کیا گیا ہے۔ تو ضروری ہے کہ ہم ان بابرکت دنوں سے پورا فائدہ اٹھا سکیں گے۔ نمازیں نہ ضائع ہونے دیں۔ نوافل ادا کریں۔ مسجد میں تقاریر سنیں۔ ان کو سمجھیں۔ ان پر عمل کرنے کی پوری پوری کوشش کریں اور اللہ سے دعا کرتے رہیں کہ وہ ہمیں اس کوشش میں کامیابی عطا فرمائے۔

سورۃ طٰہٰ میں آتا ہے کہ ''قرآن اس لئے نہیں نازل ہوا کہ تو ناکام

ہو جائے‘‘۔اس لحاظ سے ہم اپنے دلوں میں یہ جذبہ لے کر جائیں کہ قرآن کے ہوتے ہوئے کوئی ناکامی اس جماعت کو نہیں ہو سکتی بشرطیکہ ہم اس قرآن کو پھیلا رہے ہوں۔ ہر ایک اس کو اپنی زندگی کا مشن بنائے۔ احمدیہ جماعت اس پر پورے جوش و جذبہ سے عمل کرے اور اپنے نمونے سے بھی اس قرآن کو پھیلائے۔ دوسری چیز جس کا ذکر سورۃ طٰہٰ میں ہے یہ کہ: ’’اور اگر تو پکار کر بات کہے تو وہ بھید کو اور اس سے مخفی بات کو بھی جانتا ہے‘‘ (آیت ۷)۔ خدا تعالیٰ ہر ایک بات کو جو انسان کہتا ہے اس کو سنتا ہے لیکن جو انسان نہیں بھی کہتا اور سوچتا ہے کہ شاید دوسرا انسان ان کو سمجھ نہیں سکتا اللہ تعالیٰ اس کو بھی جانتا ہے اور بعض اوقات باڈی لینگوئج کا ایکسپرٹ اس بات کو سمجھ لیتا ہے کہ یہ جو کہہ رہا ہے یہ دل سے نہیں کہہ رہا کیونکہ اس کی باڈی لینگوئج کچھ اور کہہ رہی تھی۔ لیکن تیسری ایک چیز ہوتی ہے جس کو ’’اخفا‘‘ کہتے ہیں جس کو سائیکوتھیراپی کے ایکسپرٹ ایک خاص طریق سے اندر سے باہر نکالتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ جو کہتا ہے وہ تو ہم سنتے ہیں لیکن جو ہم سوچتے ہیں اس کا بھی اسے علم ہے اور جو بات ابھی مخفی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو بھی جانتا ہے۔ اور اخفا کی دوسری تعبیر وہ چیزیں ہیں جو ابھی چھپی ہوئی ہیں لیکن بعد میں ظاہر ہوں گی۔ وہ اللہ تعالیٰ کو اپنی پہچان کرانے کا طریقہ ہے جو صرف وہ جانتا ہے اور پھر وہ اپنے خاص بندوں کو بتاتا ہے کہ یوں ہوگا۔ اور پھر اخفا کی یہ حالت کبھی اسی وقت، کبھی دنوں میں، کبھی کچھ مہینوں میں، کبھی سالہا سال کے بعد ظاہر ہوتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی زندہ ہستی کا یقین ہمارے دلوں میں آ جاتا ہے۔ یہ وہ پیشگوئیاں ہوتی ہے جو زلزلوں، طاعون اور جنگوں کی صورت میں ہوتی ہیں۔ جو اللہ کی طرف سے اخفا کی خبر پانے والے ہم تک پہنچاتے ہیں اور جب وہ ظاہر ہوتے ہیں تو ہمارے یقین تازہ ہو جاتے ہیں۔ اس بارے میں حضرت مسیح موعودؑ نے پہلے جلسہ میں 25 دسمبر کو جو تقریر کی اس میں سے میں آپ کے سامنے تھوڑا سا پڑھ کر سناتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ ’’اپنی جماعت کی خیر خواہی کے لئے زیادہ ضروری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ تقویٰ کی بابت نصیحت کی جاوے کیونکہ یہ بات عقل مند کے نزدیک ظاہر ہے کہ بجز تقویٰ کے اور کسی بات سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا‘‘۔

ہماری جماعت کے لئے خاص کر تقویٰ کی ضرورت ہے۔ خصوصاً اس خیال سے بھی کہ وہ ایک ایسے شخص سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کے سلسلہ بیعت میں ہیں جس کا دعویٰ ماموریت ہے تا وہ لوگ خواہ وہ کسی قسم کے بغضوں، کینوں یا شرکوں میں مبتلا تھے یا کیسے ہی رو بہ دنیا تھے ان تمام آفات سے نجات پاویں۔ آپ جانتے ہیں کہ اگر کوئی شخص بیمار ہو جاوے خواہ اس کی بیماری چھوٹی ہو یا بڑی ہو اگر اس بیماری کے لئے دعا کی جاوے اور علاج کے لئے دکھ اٹھایا جاوے تو وہ بیماری ٹھیک ہو جاتی ہے ورنہ وہ چھوٹا سا داغ جو منہ پر آ جائے تو سارے منہ پر بعد میں پھیل سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہے اور قہار اور منتقم بھی ہے۔ ایک جماعت کو دیکھتا ہے کہ ان کا دعویٰ اور لاف و گذاف تو بہت کچھ ہے لیکن ان کی عملی حالت ایسی نہیں تو اس کا غیظ و غضب بڑھ جاتا ہے۔ پھر ایسی جماعت کی سزا وہی ہے جو کفار کے لئے تجویز کی جاتی ہے۔ جو لوگ تاریخ سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ کئی دفعہ مسلمان کافروں سے تہہ تیغ کیے گئے جیسے چنگیز خان اور ہلاکو خان نے مسلمانوں کو تباہ کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے حمایت اور نصرت کا وعدہ کیا تھا لیکن پھر بھی مسلمان مغلوب ہوئے۔ اس قسم کے واقعات بسا اوقات پیش آئے۔ اس کا راز یہی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے کہ ایک جماعت لا الہ الا اللّٰہ تو پکارتی ہے لیکن اس کا دل اور طرف ہے اور اپنے افعال سے وہ بالکل رو بہ دنیا ہے تو پھر اس کا قہر اپنا رنگ دکھاتا ہے۔ اگر ہم سوچیں کہ ہمارے ساتھ تو بہت سی خوشخبریاں ہیں۔ نصرت الٰہی ہے۔ یہ ہمیں وعدے دیئے گئے ہیں کہ یہ جماعت دنیا بھر میں پھیلے گی۔ اس کی وجہ سے سورج مغرب سے طلوع ہوگا اور اس بارے میں سب پیشگوئیاں ہیں۔ روس میں یہ جماعت سمندر کے ریت کے ذروں کی طرح پھیلے گی۔ لیکن یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت بدل جاتی ہے اگر اس قول کے ساتھ اُس لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کے ساتھ اس پر عمل نہ ہو۔ اسی لئے حضرت اقدس آگے فرماتے ہیں: کہ اللہ کا خوف اسی میں ہے کہ انسان دیکھے کہ اس کا قول اور فعل کہاں تک ایک دوسرے سے مطابقت رکھتے ہیں۔ پھر جب دیکھیں کہ اس کا قول اور فعل برابر نہیں تو سمجھ لیں کہ وہ غضب الٰہی اس پر آ سکتا ہے۔ جو دل ناپاک ہے خواہ قول کتنا ہی پاک ہو وہ دل خدا کی نگاہ میں قیمت نہیں پاتا بلکہ خدا کا غضب مشتعل ہوگا۔ پس میری جماعت سمجھ لے کہ میرے پاس آئے ہیں اس لئے کہ تخم ریزی کی جاوے جس سے وہ پھل دار درخت ہو جاوے۔ پس ہر ایک اپنے اندر غور کرے کہ اس کا اندرونہ کیسا ہے اور اس کی باطنی حالت کیسی ہے۔ اگر ہماری جماعت بھی خدانخواستہ ایسی ہے کہ اس کی زبان پر کچھ اور دل میں کچھ ہے تو پھر خاتمہ بالخیر نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ جب دیکھتا ہے کہ ایک جماعت جن کے دل روحانیت سے خالی ہیں اور زبانی دعویٰ کرتی ہے وہ غنی ہے وہ پرواہ نہیں کرتا۔ بدر کی فتح کی پیشگوئی

ہو چکی تھی ہر طرف فتح کی امید تھی لیکن پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رو رو کر دعائیں مانگتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا کہ جب ہر طرف فتح کا وعدہ ہے تو پھر یہ رونا دھونا کیوں؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ذات غنی ہے یعنی ممکن ہے کہ وعدہ الٰہی میں کوئی مخفی شرائط ہوں۔

یہ سالانہ دعائیہ اسی لئے رکھا گیا ہے کہ ہم مل بیٹھ کر ان چیزوں کو سنیں اور پھر ایک پختہ ارادہ کریں کہ ہم یہ تبدیلی لائیں گے۔ جو مسیح ہوتا ہے وہ علاج کرنے والا ہوتا ہے۔ اس نے کیا علاج تجویز کیا ہے۔ وہ دعا ہمارے پاس ضرور ہے۔ ہماری جماعت کی الماریوں میں کتب موجود ہیں، ہمارے گھر قرآنوں سے بھی بھرے پڑے ہیں، کتابیں ان قصوں سے بھی بھری پڑی ہیں جن کو ہم اپنے بزرگوں سے وابستہ کرتے ہیں۔ ان کے نڈر ہونے کی کہانیاں بھی ہیں ان کی جانیں لٹا دینے کے قصے بھی ہیں اور ان کی ثابت قدمی کی داستانیں بھی ہیں۔ تو یہ ان کے اعمال تھے اور ہمارے لئے ہمارے ہوں گے۔ ہمارے پاس صرف یہ بات ممکن ہے کہ ہم ان نمونوں پر چلنے کی پوری کوشش کریں۔ کسی کا والد کسی کی اولاد کے لئے سفارش نہیں کر سکتا جب فیصلے کا دن آئے گا۔ یہ حق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کو بھی نہیں دیا تھا اور اگر ہم سمجھ لیں کہ ہمارے والدین اعلیٰ پایہ کے احمدی تھے لہذا ہمیں اس نسبت سے رعایت حاصل ہے۔ لیکن یاد رکھیں کہ رعایت یا سفارش حاصل کرنے کے لئے مسیح موعود نے دعا کا نسخہ دیا ہے اس کو استعمال کرنا پڑے گا۔ اس سلسلہ میں جو یقین دہانی کرائی ہے اس پر عمل کرنا پڑے گا۔ جو اللہ کی راہ میں بے خوفی سے پیغام کو پہنچانا ہے اس پر عمل کرنا پڑے گا۔ ایسا نہیں ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے آپ کو چھپا کر بھی رکھیں اور پھر وہ توقعات بھی رکھیں جن کو ہم کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ یہ وعدہ ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ دعائیہ رکھا گیا ہے۔ کہ ہم بیٹھ کر ایسی باتیں سوچا کریں ایک دوسرے سے بات چیت کیا کریں کیونکہ کس کو معلوم کہ پھر مل بیٹھنے کا موقع ملے یا نہ ملے۔

اس وقت میرا خیال ان 29 لوگوں کی طرف جا رہا ہے جو پچھلے سال دعائیہ میں تھے لیکن اب ہم سے جدا ہو چکے ہیں۔ ان میں سب کے سب نیک لوگ تھے، سب کے ارادے عظیم تھے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے جنت بخش دی ہو گی، اور ان کے گناہ معاف کر دیئے ہوں گے اور ہم اسی لئے آج یہاں جمع ہیں کہ دعا کریں کہ اللہ ان کو ان کی خطائیں معاف فرما دے۔ ان کی کمزوریاں درگزر فرما دے، ان کے درجات بلند کرے اور ان کو اپنے پاس اچھی جگہ عطا فرمائے۔ لیکن ہمارا یہ خیال ہونا چاہیے کہ ہمیں کیا معلوم کس نے اگلے سال یہاں آنا ہے۔ یہ وقت آپ کے فیصلے کا ہے۔ یہ وقت بھی گذر جائے گا اور پھر اگر ہم نے اپنے مقاصد اور رویے نہ بدلے تو خسارہ ہمارے سامنے کھڑا ہو گا۔

اللہ ہمیں عمل کی اور اس کے فضل کو حاصل کرنے کی توفیق دے۔ اور جو لوگ آج ہم میں نہیں ہیں وہ سب کے سب احمدی تھے لیکن کچھ نام ایسے بھی شامل ہیں جن کی وفات کی وجہ سے ہمارے احمدیوں کو دکھ پہنچا اور اس سے ہمارے دل بھی اداس ہوئے۔ یہ بے نیازی چھوڑ دیں کہ فلاں احمدی تھا فلاں احمدی نہیں تھا۔ لہذا ان سب کے لئے دعا کرنی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بدترین دشمنوں کے لئے بھی دعا کرتے تھے۔ ہم نے دلوں میں حد بندیاں قائم کر لی ہیں کہ اس کے لئے دعا کرنی ہے اور دوسرے کے لئے نہیں۔ اگر آپ نے کسی جگہ لکھ دیا کہ فلاں کی ماں فوت ہو گئی ہے یا فلاں کا بھائی فوت ہو گیا ہے۔ خطوط آنے شروع ہو جاتے ہیں کہ وہ تو جماعت میں نہیں تھا، وہ تو ایک رنگ میں بے دین تھا۔ آپ دل کی گہرائیوں سے جانے والوں کے لئے دعا کیا کریں کہ اللہ ان کی مغفرت کرے۔ یہ فیصلہ اللہ پر چھوڑ دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک عورت کو کہا کہ تم مجھ سے کوئی دعا کرواؤ تو اس نے کہا! میرے لئے یہ دعا کروائے موسیٰ کہ قیامت کے دن تم اور میں خدا کے سامنے اکٹھے بیٹھے ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ دعا تو قبول نہیں ہو گی کیونکہ میں تو نبیوں میں بیٹھوں گا۔ تو خدا تعالیٰ نے فرمایا: موسیٰ تیرا کام دعا کرنا تھا ماننا نہ ماننا میرا کام تھا۔ جو وہ چاہتی تھی کہ تم دعا کرو تو تم نے کیوں دعا نہ کی۔ دعا کرو ہر کسی کے لئے کرو۔ اگر ہر کسی کے لئے دعا نہ کرنی ہوتی تو پھر مکہ کی پہاڑیاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں پر برس پڑتیں۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: ہر ایک صاحب جو اس مجلس کے لئے سفر اختیار کرے خدا تعالیٰ اس کے ساتھ ہو اور اس کو اجر عظیم بخشے، اس پر رحم کرے، اس کی مشکلات کو آسان کر دے، اس کے غم دور فرمائے، اس کو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت فرمائے۔ اس کی ہر ایک مراد کے پورا ہونے کی راہیں کھول دے اور روز آخرت اپنے نیک بندوں کے ساتھ اٹھاوے جن پر اس کا فضل اور رحم نازل ہو۔ تمام احباب، خواتین و بچے جو دعائیہ میں شریک ہیں ان کا تا اختتام سفر اور بعد میں بھی حامی و ناصر ہو۔ اے رحیم و مشکل کشا خدا ہماری دعائیں قبول فرما۔

میں آپ سب کا دل سے شکر گذار ہوں کہ آپ تشریف لائے اور دعا گو ہوں کہ قادر و توانا خدا آپ سب پر اپنا فضل اور کرم فرماتا رہے۔

ناگہانی مصیبتوں اور ابتلاؤں کا آنا اور دعاؤں کے ذریعہ اللہ کے رحم اور کرم کی استدعا

اللہ تعالیٰ کے علاوہ دنیاوی اسباب پر ہی بھروسہ کرنا شرک ہے

درس قرآن مجید

از: عامر عزیز الازھری، ایم۔اے

بر موقع سالانہ دعائیہ 2010ء جامع دارالسلام، نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور

ترجمہ: ”کہہ، بتاؤ اگر اللہ کا عذاب تم پر آجائے، یا (مقررہ) گھڑی تم کو آلے، کیا تم اللہ کے سوائے (کسی اور کو) پکارو گے اگر تم سچے ہو۔ بلکہ تم اسی کو پکارو گے، سو جس کے لئے تم پکارو گے اگر چاہے تو اسے دور کر دے گا اور تم انہیں بھول جاؤ گے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو۔ اور بلاشبہ ہم نے تجھ سے پہلے قوموں کی طرف رسول بھیجے۔ تب ہم نے ان کو تکلیف اور دکھ میں مبتلا کیا تا کہ وہ عاجزی کریں“۔ (الانعام ۶، آیت 40 تا 42)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے دعا کا فلسفہ اور دعا کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے کہ انسان کی تمام مشکلات اور مصائب خواہ وہ انسان کے اپنے پیدا کردہ ہوں یا جو وہ اپنے اعمال کے بدوں پیدا کرتا ہے یا وہ مسائل اور مصائب جو کہ اللہ تعالیٰ قوموں پر نازل کرتا ہے جب ان کی حالت بگڑ جاتی ہے۔ تو اس کا حل صرف اور صرف دعا کے اندر بیان کیا گیا ہے۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر تم پر اچانک عذاب آجائے تو ہم اکثر یہ سوچتے ہیں کہ یہ کیسے آ گیا۔ لیکن اگر آپ حالیہ سیلاب جو گذرا ہے اس کی مثال دیکھیں تو سب بات عیاں ہو جاتی ہے۔ کس طریقے سے اچانک اللہ کا عذاب آجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مقررہ گھڑی آجاتی ہے اور پتہ ہی نہیں چلتا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اگر یہ آجائے تو کیا تم سوائے اللہ کے کسی اور کو پکارو گے۔ یعنی اس وقت تمہارے پاس صرف اور صرف ایک ہی سہارا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے کہ تم اسی کو پکارو گے۔ اور اگر وہ چاہے تو تم سے وہ تکلیف دور کر دے گا اور تم انہیں بھول جاؤ گے جنہیں تم شریک ٹھہراتے تھے یعنی وہ چیزیں جن پر تمہارا تکیہ تھا۔ شریک ٹھہرانا صرف یہ نہیں کہ جس طرح مختلف مذاہب کے لوگ خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتے ہیں۔ بلکہ شریک ٹھہرانا یہ بھی ہے کہ ہم ان تمام چیزوں پر اس وقت بھروسہ کر رہے ہوتے ہیں کہ یہ ہمیں بچالے گی۔ یہ دیوار ہمیں بچالے گیں یا یہ سیکورٹی جو متعین ہے یہ ہمیں بچالے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ وہ چیزیں ہیں جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو۔ یہ اسباب جنہیں تم سمجھتے ہو یہ تمہارے لئے خدا کا درجہ رکھتے ہیں۔ لیکن اُس گھڑی تم ان سب کو بھول جاؤ گے۔ پھر کوئی شخص یاد نہیں کرے گا کہ یہ جو دیوار تھی اس نے مجھے نہیں بچایا۔ نہ ہی کوئی اور چیز آپ کو اس وقت اس مشکل سے بچا سکتی ہے۔ وہ مشکل صرف اور صرف دعا سے دور ہو سکتی ہے۔ اس دعا کے ذریعے سے ہی آپ بچ سکتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ مثال دیتا ہے کہ وہ پہلی قومیں جن میں ہم نے رسول بھیجے اور جب انہوں نے انکار کیا۔ تو پھر اللہ نے ان کو تکلیف اور دکھ میں مبتلا کر دیا۔

یہ ایک عالمگیر قانون ہے کہ جب لوگ اس تعلیم پر جو اللہ کی طرف سے ان کو دی جاتی ہے عمل نہیں کرتے خواہ وہ مسلمان ہوں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ صرف مسلمانوں سے ہی نہیں ہے کہ ان کو تکلیف میں مبتلا نہیں کرے گا۔ وہ کہتا ہے کہ اگر تم بھول جاؤ گے اور اس کی نازل کردہ تعلیم پر عمل نہیں کرو گے تو پھر تم بھی اسی طرح مصائب اور دکھوں میں آؤ گے۔ تا کہ تم عاجزی اختیار کرو اور اس کے سامنے جھکو اور اس سے دعا اور استغفار کے ذریعہ مدد مانگو۔

میں آج قرآن مجید میں دعاؤں کے فلسفہ کے بارے میں کچھ بیان کرنے کی کوشش کروں گا کیونکہ عموماً ہمارے ذہنوں میں یہ بیٹھ گیا ہے کہ جب بھی ہم دعا کر رہے ہوتے ہیں تو ہمارا یہ طریق اور رویہ آج سے تقریباً 13 یا 14 صدیاں پہلے

کے ذہن کی پیداوار ہے۔ہم **فانصرنا علی القوم الکافرین** کہہ رہے ہوتے ہیں تو ہمارے ذہن میں یہی ہوتا ہے کہ جلد ہماری پوری کی پوری فوج دشمن قوم کو مغلوب کر لے گی۔اسی طرح جب ایک فرقہ کے لوگ دعا کر رہے ہوتے ہیں تو ان کے ذہن میں بھی یہی ہوتا ہے کہ بس کل اللہ تعالیٰ انہیں اتنی طاقت دے دیگا کہ وہ سب مخالفین کو تہس نہس کر دیں گے اور پھر موجودہ دور میں نئے علوم اور ایجادات کی وجہ سے انسان نے مختلف شعبوں میں جو کمال حاصل کر لیا ہے اس نے انسان کو اس زعم میں مبتلا کر دیا ہے کہ اس نے دنیا کی تمام قوتوں کو مسخر کر لیا ہے۔ یاد رکھیئے دعاؤں کو آج کے حالات میں سمجھنا ضروری ہے۔ہمیں دعاؤں کا مطلب اور ان کے مانگنے کے لئے اپنے نفس کی اصلاح، نیک اعمال میں استقامت اور خدا کی رضا کی کارفرمائی کے اصولوں سے واقف ہونا ضروری ہے جس کے بارے میں قرآن مجید نے مختلف پیراؤں میں روشنی ڈالی ہے۔

مثال کے طور پر سورۃ فاتحہ میں **اھدنا الصراط المستقیم** ''ہمیں **سیدھے راستے پر چلا**'' کی دعا میں سیدھا راستہ ہمارے لئے کیا ہونا چاہیے۔ہمیں اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔یعنی ہم یہ دعا پڑھ لیتے ہیں کہ ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔ آج کے دور میں اس کی کیا اہمیت ہے۔ اس لئے ہمیں پتہ ہونا چاہیے کہ سیدھے راستے پر چلنے کی دعا سے ہم اللہ تعالیٰ سے کس قسم کی رہنمائی مانگ رہے ہیں۔ایک بڑا مشہور امریکی شاعر رابرٹ فراسٹ نے ایک نظم لکھی ہے جس کا عنوان ''Road not Taken'' ہے یعنی ایک راستہ جو اختیار نہیں کیا گیا۔وہ یہ کہتا ہے کہ جب میں جنگل میں ایک راستہ پر جاتا ہوں تو آگے دو راستے ملتے ہیں۔میں اس مقام پر کھڑا ہو جاتا ہوں اور سوچنے لگتا ہوں کہ میں آگے کدھر جاؤں کونسا راستہ اختیار کروں۔اور یہ وہ مقام ہے جہاں انسان نے فیصلہ کرنا ہوتا ہے کہ میں نے کونسا راستہ اختیار کرنا ہے۔اب اس مقام پر آ کر سب سے زیادہ ضرورت دعا کی ہے کہ اے اللہ مجھے وہ سیدھا راستہ دکھا جو میرے لئے مفید ہو نہ تو میں ظلمات کی طرف چلا جاؤں یا نور کی طرف چلا جاؤں تا کہ کامیابی کی منزل کی طرف گامزن ہو جاؤ۔ابھی جو حضرت امیر ایدہ اللہ آیات پڑھ رہے تھے۔وہ بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ''لوگوں کو اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتا ہے''۔یعنی اللہ تعالیٰ کی رہنمائی سے انسان اندھیرے سے نکل کر روشنی کی طرف راستہ اختیار کرتا ہے۔ایک طالب علم کو ایک مقام پر کھڑا ہو کر سوچ رہا ہوتا ہے کہ اب میں نے پڑھنا ہے یا نہیں۔تو وہ فیصلہ کر رہا ہوتا ہے کہ اس کو نور کی طرف جانا ہے یا اس کو ظلمات کی طرف جانا ہے۔اگر وہ علم کی طرف نہیں جاتا اور رک جاتا ہے تو وہ اپنے لئے روشنی کو چھوڑ کر اندھیرے کو اختیار کرتا ہے۔اور اپنی زندگی کو برباد کر لیتا ہے۔اسی طرح اگر آپ مختلف مذاہب کا مطالعہ کریں تو وہاں پر آپ اپنے آپ سے کہتے ہیں کہ ان میں سے وہ مذہب مجھے دکھلا جو حق پر قائم ہو۔اسی طرح اسلام کے اندر اتنے فرقے ہیں کہ آپ پریشان ہو جاتے ہیں اور پھر آپ یہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ اس میں سے مجھے وہ راستہ دکھا جو سیدھا ہو۔اور وہ صرف ایک ہی راستہ ہے جو قرآن کا راستہ ہے کیونکہ ہمارے خالق نے ہماری رہنمائی کے لئے کامل تعلیم مہیا کی ہے۔ جس پر چل کر آپ کامیاب ہو جائیں گے۔اس لئے جو رہنمائی اور تعلیم قرآن دے رہا ہے وہی صحیح ہے اور اس کی طرف چلنا شروع کر دیں۔پھر اسی طرح جب ہم **صراط الذین انعمت علیھم** کہتے ہیں تو ہمارے ذہن میں صرف ایسے بندے آتے ہیں جن کے مثالی اعمال ہمارے لئے صحیح رہنمائی مہیا کرتے ہیں۔ یعنی ان اعمال کو ہم نے اپنے سامنے رکھنا ہے۔یعنی ہم کہیں اے اللہ مجھے زندگی کے لمحات اس طرح گذارنے کی توفیق دے جس طرح انہوں نے گذارے۔دنیا اور آخرت میں فلاح کے لئے جس طریق پر انہوں نے کوشش کی اس کی توفیق ہمیں بھی عطا کر۔پھر جب ہم **غیر المغضوب علیھم** کہتے ہیں تو عموماً ہمارے ذہن میں صرف یہودی آ جاتے ہیں کیونکہ یہاں پر انہوں نے انبیاء کا انکار کیا اور ان پر اور ان کے پیروکاروں پر ظلم وستم کیا اور پھر آخر کار اللہ نے ہمیشہ کے لئے ان کو ذلیل وخوار کی وعید دی۔خواہ ایک یہودی جتنا بھی اچھا کام کرتا ہو ہمارے ذہن میں یہی آئے گا کہ وہ گمراہ ہے۔پھر جب ہم **والضالین** کہتے ہیں تو ہمارے ذہن میں عیسائی آ جاتے ہیں۔کیا آج کے دور میں ہمیں اپنے اندر گمراہی اور ضلالت نظر نہیں آتیں۔حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں:

ہم میں اور ہمارے اپنے بھائیوں میں ایسے بھی ہیں جن میں یہودی صفات ملیں گی۔ بہت سارے آپ کو ایسے یہودی ملیں گے جو بڑے فلاحی کام کر رہے ہوں گے۔ بہت سارے عیسائی ایسے ہوں گے جو بہت اچھے کام دنیا کے لئے کر رہے ہوں گے۔اور بہت سارے ہمارے ایسے بھائی بھی ملیں گے جو اس دنیا کو صرف تباہی کی طرف لے کر جا رہے ہوں گے۔اس لئے دعا کرتے ہوئے ہمیں یہ بھی سوچنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں گمراہی کے راستوں سے بچا کر ہمارے اعمال کی

رہنمائی اچھے اور نیک کاموں کی طرف کرے کہ ہمیں اس دنیا اور آخرت کی بھلائیاں کمانے کی توفیق ملے۔

اب میں آپ کے سامنے دو تین دعاؤں اور ان سے متعلقہ فلسفے کو بیان کروں گا۔ اگر آپ قرآن کی سورت اعراف آیت ۲۳ کی دعا کو لے لیں جس کی پہلی سطر کا ترجمہ ہے ”ہمارے رب ہم نے اپنے نفس پر ظلم کیا“۔ اب ہر وقت ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہم نے اپنے نفس پر کونسا ظلم کیا۔ ظاہری طور پر تو ہمارے ذہن میں ظلم سے مراد یہی ہوتا ہے کہ کوئی شخص آپ کو ڈنڈا مار دیتا ہے یا ایک بڑا امیر آدمی غریب کا استحصال کرتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ ظلم ہو گیا۔ لیکن اگر ذرا گہرائی سے سوچا جائے تو ہم ہر وقت اپنے ساتھ ظلم کر رہے ہوتے ہیں۔ اپنے اعمال کے ساتھ ظلم کر رہے ہوتے ہیں۔ ہم اپنی سوچ کے ساتھ ظلم کر رہے ہوتے ہیں۔ ہم اپنی صلاحیتوں کے ساتھ ظلم کر رہے ہوتے ہیں یعنی آج کے دور میں اگر ایک طالب علم جسے پڑھنے کا موقع ملتا ہے اور وہ نہیں پڑھتا۔ تعلیم حاصل نہیں کرتا تو وہ اپنے ساتھ ظلم کر رہا ہوتا ہے وہ اس کا اپنے نفس کے اوپر ظلم ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں کسی خدمت کا موقع دیتا ہے اور ہم وہ خدمت کے موقع کو گنوا دیتے ہیں تو ہم اپنے نفس پر ظلم کر رہے ہوتے ہیں۔ یعنی ہر وقت انسان اگر سستی، خود غرضی، غفلت کرے تو وہ اپنے نفس پر ظلم کر رہا ہوتا ہے۔

ہمیں سوچنا چاہیے ہم وہ کونسا ظلم کر رہے ہیں جو کبھی اپنے اعمال کی صورت میں کبھی اپنے وقت کے ضیاع کی صورت میں اور کبھی جیسا کہ قرآن میں آتا ہے اپنے اعمال کو ضائع کرنے کی صورت میں ہوتا ہے۔ اور جب یہ سوچ کہ ہم اپنے نفس پر ظلم کر رہے ہیں ملامت کی سورت اختیار کرے۔ یعنی جب انسان اپنے نفس کو دیکھ لیتا ہے تو پھر آپ دوسروں پر بھی ظلم کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ پھر آپ کو دوسروں کے حقوق کا بھی خیال آنا شروع ہو جائے گا۔ آپ اپنے قریبی، اپنے رشتہ دار اور جاننے والوں پر ظلم کرنا چھوڑ دیں گے۔ قرآن مجید نے اس منبع کو لیا ہے یعنی نفس کو لیا ہے کیونکہ ظلم وہیں سے شروع ہوتا ہے۔ جب آپ کے دل میں پورا احساس پیدا ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ ظلم کرنے پر نہ ہوگی اور وہ رحم نہ کرے گا۔ تو یہی وہ صورت ہے جب ”ہم نقصان اٹھانے“ سے بچ جائیں گے“ خسران یا گھاٹا آج کے دور میں کیا ہو سکتا ہے۔ ہر چیز کے نقصان کی ہمیں فکر لگ جاتی ہے۔ دولت ہے تو اس کا نقصان ہو جائے گا۔ پھر اسی طرح سے وقت کی دولت ہے جس کا صحیح مصرف نہ کیا جائے تو وہ ایسا نقصان ہے جس کی تلافی کبھی ہو ہی نہیں سکتی۔ اسی کی طرف اللہ تعالیٰ سورت العصر میں ہماری توجہ دلانا چاہتا ہے:

سورت **العصر** میں جو وقت کی قسم کھائی گئی ہے وہ یہی ہے کہ اگر آپ نے وقت کا صحیح استعمال نہیں کیا تو وہ ضائع ہو جائے گا۔ پھر اسی طریقے سے جو انسان اپنی صحت کو نقصان پہنچانا شروع کر دے۔ تو وہ بھی مستقل خسران کا موجب ہو سکتا ہے۔ اور اگر آپ اپنی سوچ اور عمل کو نقصان پہنچانا شروع کر دیں تو یہ بھی آپ کے لئے سراسر نقصان ہے۔ ہمیں سورت فاتحہ کی اللہ تعالیٰ سے مدد اور ہدایت کی دعا کو اسی انداز میں سمجھنا ہے کہ انسان اپنے نفس کی کس طریقے سے اصلاح کر سکتا ہے۔

سورت اعراف میں نفس پر ظلم کرنے سے بچنے کے متعلق دعا:

”اے ہمارے رب ہم نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور اگر تو ہماری حفاظت نہ کرے اور ہم پر رحم نہ کرے تو یقیناً ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوں گے“ (اعراف ۷:۲۳)۔ اللہ تعالیٰ یہ کہتا ہے کہ نقصان اٹھانے والوں میں سے مت ہو۔ اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ ہم یہ سوچتے رہیں کہ ہم یہ دعا کر کے بھی خسران اور نقصان اٹھائیں گے اور پھر بار بار اللہ تعالیٰ سے یہی دعا کریں بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ یہ دعا ہمیں ہر اس سوچ اور عمل سے روکتی ہے اور ہم اللہ تعالیٰ سے اس بات کی استدعا کرتے رہتے ہیں کہ ان سے رکتے رہیں اور اپنے نفسوں کو ظلم، نقصان اور گھاٹے سے بچا کر سیدھے اور ہدایت کے راستے پر قائم رکھے۔ دعا کے اس فلسفہ کو سامنے رکھیں تو یقیناً ہماری کوشش اور اللہ تعالیٰ کی رہنمائی سے ہم گمراہی سے بچ کر ہمیں کامیابی حاصل کرنے کی توفیق ملے گی۔

دوسری دعا جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سکھائی ہے وہ ہے ”اے ہمارے رب ہم پر صبر ڈال دے اور ہمارے قدموں کو مضبوط رکھ اور کافر قوم پر ہمیں مدد دے“ (بقرہ ۲:۲۵۰)۔ آج کے دور میں جب زندگی کی رفتار اتنی تیز ہے کہ انسان کی منصوبہ بندی کے باوجود کئی مشکلات اور رکاوٹیں ایسی پیدا ہو جاتی ہیں جن کا پیشگی اندازہ ممکن ہی نہیں ہوتا۔ اس لحاظ سے یہ ایک نہایت موزوں دعا ہے جو انسان کو ہمت اور استقامت فراہم کرتی ہے کیونکہ دل میں یہ اطمینان ہوتا ہے کہ اگر کسی مرحلہ پر کوئی مشکل یا رکاوٹ پیدا ہوگی تو نہ صرف اللہ تعالیٰ صبر اور استقامت کی توفیق دے گا بلکہ اپنے فضل اور کرم سے غیب سے مدد بھی فراہم کرے

گا۔اس آیت میں کافروں کے مقابلہ میں الٰہی نصرت کا وعدہ صرف کافروں تک محدود نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ اسکے مفہوم میں ان حالات کی طرف بھی اشارہ لیا جاسکتا ہے جو انسان کے اندر مایوسی اور ناامیدی پیدا کرنے کا موجب ہوسکتے ہیں۔اس دعا کی آج کے دور میں خاص طور پر سخت ضرورت ہے۔ جبکہ پاکستان میں آپ اکثر و بیشتر اخبارات اور T.V پر یہ خبریں سنتے ہیں کہ فلاں شخص نے خودکشی کر لی۔ پچھلے دنوں ایک شخص سے اس کی بیوی نے مطالبہ کیا کہ قربانی کے لئے بکرا ذبح کرنا ہے وہ بیچارہ اس کی استطاعت نہ رکھتا تھا اور بکرا نہ لا سکا تو اس نے خودکشی کر لی۔اسی طرح کے چھوٹے اور بڑے واقعات کا ذکر اخبارات اور ٹی وی پر آتا رہتا ہے کہ خاتون نے خودکشی کر لی، مرد نے خودکشی کر لی۔اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہ دعا سکھائی ہے کہ ''اللہ ہم پر صبر ڈال دے''۔یعنی انسان کو مشکل حالات سے گھبرا کر مایوس نہیں ہونا چاہیے اور صبر سے کام لینا چاہیے۔دین اسلام میں اللہ پر ایمان کا یہی بنیادی تقاضہ ہے جس کے متعلق قرآن مجید بار بار مختلف پیرایوں میں بیان کرتا ہے اور مختلف عبادات اور ان میں دعاؤں کا مقصد بھی یہی ہے کہ انسان میں صبر و رضا کی قوت پیدا ہو۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اسی لئے فرماتا ہے: ''اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو'' (زمر ۳۹:۵۳)۔انسان کو ہمیشہ مثبت انداز میں سوچنا چاہیے۔ اسی طرح وہ مشکلات پر قابو پا کر آگے چل سکے گا۔ ٹیلی ویژن اور اخبارات میں لوگوں میں جلد بازی اور بے صبری کے بارے میں اکثر گفتگو ہوتی ہے اور اسی وجہ سے معاشرے میں بے چینی اور تشدد کا رویہ زور پکڑ رہا ہے۔اسی لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور قول ہے کہ استقامت کرامت سے بھی بڑھ کر کام کرتی ہے۔

قرآن مجید میں جو صبر کی بار بار تلقین کی گئی ہے اور اس بات کو دوسرے پیرائے میں یہ کہہ کر بیان کیا گیا ہے کہ تم مایوس نہ ہو۔اور اسی حقیقت کو کہ یہ کفر کے قریب لے جاتا ہے زیادہ موثر انداز میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ مایوسی گناہ ہے اور بعض اوقات معاشرے میں بگاڑ پیدا کر دیتا ہے۔اس ذہنی کیفیت میں انسان ایسے کام کر بیٹھتا ہے جو نہ صرف خود کو برباد کر دیتا ہے بلکہ اس کی وجہ سے پوری فیملی اور بعض اوقات پورا معاشرہ مصیبت اور خطرات میں گھر جاتا ہے۔ایک دفعہ جب آپ برداشت کرنا سیکھ لیتے ہیں۔اور صبر کے ساتھ اپنے قدم اٹھاتے ہیں۔تو پھر اللہ تعالیٰ آپ کے لئے راستے کھول دیتا ہے۔لیکن جب آپ صبر کرنا چھوڑ دیں گے تو مشکلات اور مسائل تو اپنی جگہ موجود رہیں گے لیکن آپ ایک نقصان والی راہ پر چل کر مزید مشکلات میں گرفتار ہوتے جائیں گے۔''تو ہمارے قدموں کو مضبوط رکھ'' یعنی صبر کے ساتھ استقامت بھی عطا فرما۔گمراہی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ آپ اس چیز کو جانتے بوجھتے ہوئے کرتے جائیں اور یہ ایک نہایت خطرناک رویہ ہے۔پھر اسی طرح آپ دیکھیں گے کہ انسان کا قدم فیصلہ کرتے ہوئے اکثر ڈگمگا جاتا ہے۔اس موقع پر آپ یہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ ''تو میرے ان قدموں کو مضبوط رکھ'' تا کہ اس موقع پر ایک تو صحیح فیصلہ کی توفیق حاصل ہو اور پھر ثابت قدمی سے فیصلے پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔اس سے قطعاً یہ مراد نہیں کہ اگر آپ غلط کام کرتے ہیں اور آپ کو علم ہے کہ آپ نقصان کی طرف جا رہے ہیں لیکن وقتی طور پر فائدے کے لئے ثابت قدمی کی دعا کریں۔اس لئے یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ ثابت قدم رہنے کی دعا صرف کافروں کے مقابل لڑائی میں نہیں ہے بلکہ زندگی کے ہر اس مشکل مقام پر جب آپ کو سخت کوشش اور صبر دکھانا ہے اس وقت بھی ثابت قدمی کی ضرورت ہے۔جب ہم یہ دعا مانگتے ہیں کہ ہمیں کافر قوم پر مدد دے تو اس مدد کی صورت صرف لڑائی میں فتح ہی نہیں اللہ تعالیٰ اس وقت کئی رنگ میں ہماری مدد کر سکتا ہے جو وقت کے لحاظ سے دوررس نتائج کا موجب ہوسکتا ہے۔وہ غلبہ تیکنیکی بھی ہوسکتا ہے۔سائنس کے میدان میں بھی ہوسکتا ہے۔وہ تعلیم کے میدان میں آگے نکلنا بھی ہوسکتا ہے تا کہ موجودہ جنگ جو صرف میدان جنگ تک محدود نہیں بلکہ رسد اور رسل و رسائل اور دیگر شعبوں میں مجموعی برتری سے کامیابی حاصل ہوسکتی ہے۔ایسا نہیں ہے کہ آج سے 50 سال پہلے کی چار بندوقیں اٹھا کر آپ کہیں کہ مقابلہ کر لیں گے۔اس مختلف صورتوں میں اللہ کی مدد اور انسان کا صبر اور استقامت کا رنگ اور انداز مختلف ہوگا۔

اسی طرح مختلف شعبوں میں تحقیق، سماجی خدمت کے کام میں بڑھنا اور سبقت لے جانا بھی کافر پر فتح پانے کا موجب ہوسکتا ہے اور اس میں صبر اور استقامت کے لئے دعا موثر ہوگی۔اور یہ بھی غلبہ کی ایک صورت ہے۔

ہمیں اب تعلیم، سائنس، طب، ذراعت، صنعت، اسلحہ سازی اور دیگر شعبہ جات میں ایجادات کی طرف کوشش کرنا ہے۔اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگنا ہے کہ وہ ہمیں کافر قوم پر مدد دے۔اگر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ دوسرا غلط کام کر رہا ہے تو پھر پہلے

ہمیں خود کو درست کرنا ہوگا کہ اس طرح جو کمزوری ہم میں آ رہی ہے اللہ تعالیٰ اس کو دور فرمائے اور اس رنگ میں قوت پیدا کرے تا کہ ہم دشمن پر غلبہ پا سکیں۔

اب میں تیسری دعا کو لیتا ہوں: ''اے ہمارے رب ہمیں ہماری ازواج سے اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقیوں کا امام بنا''۔ (فرقان ۲۵:۷۴)

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے ایک خوبصورت تمثیلی انداز اختیار کیا ہے ''آنکھوں کی ٹھنڈک'' کو ازواج اور اولاد دونوں کے لئے استعمال کیا ہے۔ ہمارے اس معاشرے میں ہماری زیادہ تر خواہش صرف اور صرف ایک چیز کے گرد گھومتی ہے۔ مال و دولت، ذاتی وقار اور مرتبہ اور پھر اولاد میں بیٹے، بیٹیاں ہوں بلکہ عموماً یہ کہ بیٹے ہوں تو یہ اور زیادہ فخر کی بات ہوگی کیونکہ بیٹوں کو زیادہ نفع دینے والے خیال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کہ اگر وہ آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث نہیں تو پھر وہ آپ کے لئے خسران کا باعث ہوں گے۔ نقصان کا باعث بھی ہو سکتے ہیں۔ اس لئے کہا: ''اور جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہے (انفال ۸:۲۸) اولاد کے لئے قرۃ اعین کے الفاظ استعمال کئے ہیں اس میں انفرادی اور اجتماعی بھلائی کی طرف بڑے موثر انداز میں اشارہ کیا گیا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ ان دونوں چیزوں کے بارے میں یہ نصیحت فرما رہے ہیں کہ آپ کا انتخاب ایسا ہو کہ جس سے آپ کے دل کو تسلی اور سکون حاصل ہو۔ اولاد ہو تو صالح۔ تمام انبیاء صالح ولاد کے لئے دعا کرتے رہے۔ کیونکہ صرف ایسی اولاد ہی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو سکتی ہے۔ آج کل اخبارات میں آپ نے اکثر پڑھا ہوگا کہ بیٹے نے باپ کو قتل کر دیا یا ساری فیملی کو قتل کر دیا۔ حال ہی میں سمن آباد، لاہور میں ایک اندوہناک واقعہ ہوا کہ بیٹے نے اپنے باپ کو اور اپنی تینوں بہنوں کو ذبح کر دیا اور پھر بعد میں ایک ڈرامہ رچایا لیکن پھر وہ پکڑا گیا۔ ایسا کیوں ہوا۔ کیا اس باپ کے لئے وہ بیٹا ایسی ''آنکھوں کی ٹھنڈک'' تھا کہ جس نے اپنی تینوں بہنوں کو اور اپنے باپ کو ہی قتل کر دیا۔ اس باپ نے بھی اولاد کی دعا کی ہوگی لیکن اللہ تعالیٰ نے جس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ آپ یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ایسی اولاد اور ایسی ازواج عطا کرے جو آپ کے لئے ''آنکھوں کی ٹھنڈک'' ہوں۔ اور آئندہ آنے والے دنوں کے لئے آپ کے لئے بہتر ہو اور جزا کا موجب ہو۔

دعا کا آخری حصہ کہ ''ہمیں متقیوں کا امام بنا''۔ یہاں امام سے کیا مراد ہے۔ امام یا لیڈر تو زندگی کے ہر شعبہ میں ہوتے ہیں سیاست میں، مذہبی گروہوں میں وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اللہ تعالیٰ کہتا ہے متقین کا امام بنا۔ کسی بڑے گروہ کا نہیں کہا کہ اتنا بڑا گروہ میرے ساتھ ہو۔ جس کو دیکھ کر لوگ دنگ رہ جائیں اور مرعوب ہو جائیں۔ نہیں بلکہ یہ کہا کہ متقین کا گروہ خواہ وہ تھوڑے ہی ہوں۔ یعنی اگر اے اللہ تو نے مجھے کوئی طاقت یا امامت عطا کرنی ہے تو متقی لوگوں کی ہو خواہ وہ چند ہی ہوں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ بیان ہی یہ کرتا ہے کہ یہ متقی کم ہوتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت مرزا صاحب سے جب یہ کہا گیا کہ حضور آپ کی جماعت کی تعداد اتنے لاکھوں تک پہنچ گئی ہے تو آپ نے کہا ابھی چند بھی نہیں ہیں۔ چند سے مراد یہ نہیں ہے کہ ان کو تعداد کی بات سمجھ نہ آ رہی تھی بلکہ ان کے کہنے کا مقصد یہ تھا جو میں چاہتا ہوں وہ چند سے مراد وہ نیک اور متقی لوگ ہیں جن کی روحانی بصیرت لوگوں کی تعداد سے زیادہ طاقت ور ہوتی ہے۔

متقی سے مراد یہ بھی ہے جو اپنے فرائض کما حقہ ادا کرتا ہے۔
وہی حقیقی معنوں میں متقی بھی ہے۔ اگر آپ ایک استاد ہیں اور تعلیم کے شعبے میں کام رہے ہیں اور اپنا فریضہ پوری محنت اور لگن سے ادا کر رہے ہیں تو آپ متقی ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے کسی عہدے پر متعین کیا ہے۔ اور آپ اس کی ذمہ داریوں کو فرض شناسی اور ایمانداری سے پورا کرتے ہیں تو آپ متقی ہیں۔ اسی طرح ایک کسان، ایک صنعت کار، ایک مزدور اپنے کام اور ذمہ داری کو جو اس کے ذمہ انفرادی رنگ میں یا اجتماعی رنگ میں اس کو کما حقہ ادا کرتا ہے۔ تو وہ متقی ہے اور یہ دعا اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی لوگوں کے متعلق سکھائی ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان قرآنی دعاوں کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور جب ہم یہ دعا یں کریں تو ہمارے ذہن میں ان خصوصیات کو پیدا کرنے کا ارادہ بھی ہونا چاہیے تا کہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور کرم ہمارے دنیاوی کاموں میں خیر و برکت لائے اور اخروی زندگی میں مغفرت اور نجات کا باعث ہو۔ آمین

☆☆☆☆

کیا مجدد زمانہ کو ماننا فرض نہیں؟

از قلم: ڈاکٹر بشارت احمد رحمتہ اللہ علیہ

سوال: کیا مجدد زمانہ کو ماننا فرض نہیں؟ بالخصوص اس مجدد کو جس کے وجود میں آپ مسیح ابن مریم کی پیشگوئی کو پورا ہوتا ہوا مانتے ہیں؟

جواب: حدیث شریف میں ہے کہ ''اللہ ہر صدی کے سر پر مجدد مبعوث کرے گا'' اس امت کے لئے ایک ایسے شخص کو جو دین کی تجدید کرے گا پس جب کسی مجدد کو اللہ تعالیٰ امت محمدیہ کے نفع کے لئے دین کی تجدید کے واسطے مبعوث کرتا ہے تو اس کا ماننا اس زمانہ کے لوگوں کے لئے جن کو اس کی دعوت وتبلیغ پہنچی کیوں فرض نہیں؟ کیا خدا کے اس فعل کو عبث قرار دیا جائے گا۔ کیا ایک مجدد کی بعثت جسے خدا خدمت دین کے لئے کھڑا کرتا ہے۔ یونہی فضول اور بے کار ہوا کرتی ہے کہ کسی کا دل کیا تو اسے مان لیا اور دل کیا تو نہ مانا۔ آخر ایک مصلح اور مجدد کی بعثت کی کوئی غرض جناب الٰہی کو مدنظر ہوتی ہے۔ یا یونہی بیکار ناحق کا ایک فتنہ کھڑا کر دینا کوئی خوبی ہے۔

ایمان بالمجدد کی نوعیت

اگر کسی صاحب نے یہ کہا ہو گا کہ مجدد کا ماننا فرض نہیں تو ان کا مطلب ہو گا کہ اس کا ماننا شرائط ایمان میں سے نہیں۔ دین چونکہ کامل ہو چکا۔ اور اللہ اور ملائکہ اور کتب اور رسل اور یوم آخر جن پر ایمان لانا ضروری ہے ان کے متعلق تمام امور ضروریہ اپنی تکمیل کو پہنچ چکے۔ اب کوئی کتاب یا نبی ورسول ایسا آنے والا نہیں جس کا ایمان بالکتب یا ایمان بالرسل میں اضافہ ہو سکے۔ اور جس کے نہ ماننے سے انسان کافر خارج از اسلام ہو سکے۔ لہٰذا مجدد کا ماننا شرائط ایمان میں سے تو نہیں ہو سکتا اس لئے اس کا منکر کافر، خارج از اسلام نہیں ہو سکتا۔ لیکن مجدد کی خبر چونکہ حضرت نبی کریم صلعم نے دی ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ اس کا مبعوث کرنا خدائی فعل ہوا کرے گا۔ اس لئے محمد رسول اللہ کے حکم کو ٹھکرا دینا اور خدائی فعل کو عبث قرار دے لینا قابل مواخذہ ضرور ہے۔

مجدد دین کا انکار تقوے کا منافی ہے

غور کرنے کی جا ہے کہ خدا کیوں ایک مجدد کو کھڑا کرتا ہے۔۔۔۔۔۔

آخر کوئی اصلاح اس امت کی، کوئی تجدید اس دین کی جناب الٰہی کو مدنظر ہوتی ہے۔ تبھی کھڑا کرتا ہے تو کیا ایسے شخص کا ساتھ دینا فرض نہیں ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو خدا سے ڈرو اور صادقوں کا ساتھ دو'' گویا اس آیت میں صادقوں کا ساتھ نہ دینے کو خلاف تقویٰ قرار دیا ہے۔ کیا تقویٰ کے خلاف کرنا انسان کو مواخذہ کے نیچے نہیں لے آتا۔ کیا خدا کا حکم نہیں کہ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں مدد کرو۔ پس کیا ایک مومن کا فرض نہیں کہ وہ نیکی اور تقویٰ کا مددگار ہو۔ بالخصوص جبکہ خدا نے کسی شخص کو ایک عظیم الشان اصلاح اور تجدید کے کام پر کھڑا کیا ہو۔ کیا یہ خدا کا حکم اس وقت نظر انداز کرنے کے قابل ہو جاتا ہے یا اس حکم پر پوری طرح عملدرآمد کرنے کا یہی وقت ہوتا ہے۔

مجدد کا منکر جہالت کی موت مرتا ہے

پس ہر ایک مومن کا فرض ہے کہ وہ مجدد زمانہ کی دعوت پر لبیک کہے اور اس کا ساتھ دے تا وہ خدمت دین میں جو مقدور ہے لے سکے اور ان تمام علوم اور فیوض سے بہرہ اندوز ہو جس کے لئے اس مجدد کی بعثت ہوئی ہے۔ یہی مطلب اس حدیث کا ہے کہ ''جس نے اپنے زمانہ کے امام کو نہیں پہچانا وہ جاہلیت کی موت مر گیا'' یہاں جاہلیت کا لفظ اضافی ونسبتی ہے۔ یعنی اس زمانہ میں جس قدر بدعات اور جہالتیں دین میں شامل ہو چکی تھیں اور جس کی اصلاح مجدد زمانہ کے ہاتھ پر مقدر تھیں ان سے نجات نہ پا سکا اور اس جہاد میں حصہ نہ لے سکا۔ جس کے لئے مجدد زمانہ مبعوث ہوا تھا۔ پس مجدد وقت کو ماننا اور اس کا ساتھ دینا ہر ایک مومن کے لئے جس کو اس کی دعوت وتبلیغ پہنچی ہے فرض ہے اور اس کا تارک اسی طرح قابل مواخذہ ہے جس طرح ایک نماز یا روزہ یا حج یا زکوۃ یا کسی فرض حکم کا تارک قابل

مواخذہ ہے۔نماز یا بلاوجہ روزہ کا تارک کافر خارج از اسلام نہیں۔مگر قابل مواخذہ ضرور ہے۔

امام الزمان سے روگردانی اور کفر

یہاں کسی شخص کو یہ واہمہ نہ گزرے کہ: حدیث میں آیا ہے کہ ''جس نے نماز جان کر ترک کی اس نے کفر کیا''۔ پس تارک نماز تو کافر ہے۔ یہ وسوسہ صحیح نہیں کیونکہ یہاں وہ کفر مراد نہیں جو کفر مطلق ہوتا ہے جس سے انسان خارج از اسلام ہوجاتا ہے۔ بلکہ کفر دون کفر مراد ہے۔یادرہے کہ اصطلاح شریعت میں کفر دو قسم کا ہوتا ہے ایک اصل کا کفر یعنی شرائط ایمان میں سے کسی کا کفر مثلاً کوئی ملائکہ کا منکر ہے یا کسی کتاب یا کسی رسول کا منکر ہے۔وہ کافر خارج از اسلام ہے۔اور دوسرا کفر کسی فرع کا کفر یعنی کسی فرض حکم کی تعمیل کا انکار ہے۔اسے کفر دون کفر کہتے ہیں۔ اس کے معنی ہیں کہ کفر کے نیچے کفر مثلاً کوئی شخص نماز نہیں پڑھتا یا بلاوجہ روزہ نہیں رکھتا۔ ایسا شخص چونکہ ایمان کے تقاضہ کے مطابق پورا نہیں اترتا اس لئے ایک خاص حکم یا فرض کے متعلق کافر کا حکم رکھتا ہے۔مگر وہ اس سے خارج از اسلام نہیں ہوجاتا۔ وہ بایں ہمہ مسلمان ہے۔اس پر کافر کا لفظ جس کے معنی خارج از اسلام ہیں۔ اصطلاح شریعت کے مطابق اطلاق نہیں پاتا۔شریعت اسے مسلمان ہی کہے گی۔ دیکھ لو ہزاروں لاکھوں مسلمان نماز نہیں پڑھتے مگر کوئی انہیں کافر خارج از اسلام نہیں کہتا۔گو وہ شریعت کی نگاہ میں قابل مواخذہ ضرور ہیں۔

خدا کی گرفت

پس مجدد زمانہ کا انکار بھی ترک فرض کا حکم رکھتا ہے جو قابل مواخذہ ضرور ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو مجبور اور معذور سمجھے اور اسے معاف کردے۔ یہ خدا کا کام ہے کیونکہ وہی جانتا ہے کہ کس کو دعوت نہیں پہنچی اور کس کو سمجھ ہی نہیں آئی حالانکہ وہ نیت خالص رکھتا تھا، اور ایسے مرد اور عورتیں ہزار ہا کی تعداد میں ہوں گے جن کو کسی مجدد کا دعویٰ واقعی سمجھ میں نہیں آیا پس اس کا فیصلہ جناب الٰہی کے ہاتھ میں ہے وہ خود جانتا ہے کہ کس نے ضد اور بغی سے کسی امر حق کو قبول نہیں کیا۔ اور کس نے نہایت نیک نیتی سے کسی امر کو سمجھنا چاہا۔ اور وہ نہ سمجھ سکا۔ یا اسے امر حق کی تبلیغ پہنچتی ہی نہیں یا پہنچی تو دشمنوں کے ذریعہ غلط باتیں اس کے کان میں پڑیں۔ پس ہم کسی خاص شخص کی نسبت فتویٰ نہیں دے سکتے کہ وہ قابل مواخذہ ہے یا نہیں۔ یہ خدا کا کام ہے لیکن اصولاً ہم کو یہ ماننا پڑتا ہے کہ مجدد زمانہ کا ماننا ایک مومن کا فرض ہے اور اس کو نہ ماننا اسی نسبت سے قابل مواخذہ ہے جس نسبت سے کہ اس کی ماموریت تجدید دین کے لئے اہمیت رکھتی ہے۔

مسیح موعود کا انکار نبی کریم صلعم کے حکم کا انکار ہے

ہمارے زمانہ کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی مجددیت خصوصیت کے ساتھ بہت اہمیت رکھتی ہے۔اس مجدد کی پیشگوئی خاص طور پر حضرت نبی کریم صلعم نے کی اور اسے ابن مریم کے لقب سے معزز فرمایا اور مہدی بھی اسے ہی بتایا۔اور اس کے ذمہ کسر صلیب اور دین اسلام کو تمام ادیان باطلہ پر غالب کرنے کے عظیم الشان کام کی تفویض کی خبر دی۔ اور بتایا کہ ایمان اگر ثریا پر بھی چلا گیا ہوگا تو وہ واپس لے آئے گا۔ اتنی عظیم الشان تجدید اور اصلاح اور حفاظت و اشاعت اسلام کی خدمت کی طرف توجہ نہ کرنے والا اگر تارک فرض نہیں تو اور کیا ہے۔ گویا اس نے نہ تو محمد رسول اللہ صلعم کے حکم کی پروا کی بلکہ نافرمانی کی اور نہ ہی حالات زمانہ اور اس خدمت دین پر نظر کی۔ جو حضرت مجدد نے نہ صرف خود کر کے دکھائی بلکہ ایک جماعت اسی خدمت دین کے لئے بنائی جو اپنے تن من دھن کے ساتھ اس کام میں لگی ہوئی ہے۔ چنانچہ خود حضرت مرزا صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میرے انکار پر اگر مواخذہ ہے تو محمد رسول اللہ صلعم کے حکم کی نافرمانی کا ہے۔ جنہوں نے میری آمد کی پیشگوئی فرمائی۔ جیسا کہ فرماتے ہیں:

''پس جس شخص پر میرے مسیح موعود ہونے کے بارہ میں خدا کے نزدیک اتمام حجت ہو چکا ہے اور میرے دعویٰ پر وہ اطلاع پا چکا ہے۔ وہ قابل مواخذہ ہوگا کیونکہ خدا کے فرستادوں سے دانستہ منہ پھیرنا ایسا امر نہیں ہے کہ اس پر کوئی گرفت نہ ہو۔ اس گناہ کا دادخواہ میں نہیں ہوں بلکہ ایک ہی ہے جس کی تائید کے لئے میں بھیجا گیا ہوں۔ یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ میرا نہیں بلکہ اس کا نافرمان ہے جس نے میرے آنے کی پیشگوئی''۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ 178)

حضرت صاحب اور تجدید اسلام بذریعہ جہاد

اور خدمت دین کی نسبت تو یہ کہنا پڑتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے اسلام کی حفاظت اور اشاعت کے لئے ادیان باطلہ کے خلاف وہ جہاد کیا کہ صحابہ کرام

کے زمانہ کے بعد اس قدر جدوجہد خدمت دین کی اسلام کی تاریخ میں بہت کم نظر آتی ہے۔ آپ نے جہاد کا صحیح مفہوم مسلمانوں کو بتایا کہ آیت قرآنی کے مطابق **جاھد بہ جھاداً کبیراً** کے مطابق اصل جہاد قرآن کریم کو ہاتھ میں لے کر دلائل و براہین سے اس کی اشاعت کرنا ہے۔ قرآن مجید کی سورت انفال میں آتا ہے کہ: ''جو ہلاک ہوتا ہے تو دلائل سے ہلاک ہو۔ اور زندہ رہتا ہے تو دلائل سے زندہ رہے''۔ آپ نے بتایا کہ تلوار کا جہاد تو وقتی بات تھی کفار نے اسلام کو مٹانے کے لئے تلوار اٹھائی تھی تو مسلمانوں کو بھی تلوار اٹھانی پڑی جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے ترجمہ: ''جو اللہ کے رستہ میں تم سے جنگ کرتے ہیں تم بھی ان سے جنگ کرو اور حد سے نہ بڑھنا یعنی جو جنگ نہیں کرتے ان سے جنگ نہ کرنا''۔ اصل جہاد یہی ہے کہ اسلام کا پیغام تمام دنیا میں پہنچایا جائے اور دلائل و براہین سے اسے ایک جہان سے منوایا جائے۔ یہی وہ جہاد ہے جس کے لئے حکم ہے کہ ترجمہ: ''اللہ کے رستے میں مالوں اور جانوں سے جہاد کرو''۔ الغرض یہی وہ جہاد تھا جس کے لئے اس زمانہ کے مجدد کی بعثت ہوئی۔ چنانچہ جب حضرت مولانا نورالدین مرحوم نے حضرت مرزا صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی تو دریافت کیا کہ آپ کے مسلک میں اگر کوئی وظیفہ ہے تو بتایئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ میرے مسلک میں ایک ہی وظیفہ ہے اور وہ ''جہاد''۔ اس پر مولانا نورالدین صاحب مرحوم نے حیران ہو کر عرض کی وہ کیسے؟ فرمایا کہ ''عیسائیوں کے خلاف ایک کتاب لکھو'' چنانچہ حضرت مولانا نے وہ معرکتہ الآراتصنیف کی جس کا نام ''فصل الخطاب'' ہے۔ اس کے بعد حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اب کیا جہاد کروں۔ فرمایا: ''آریوں کے خلاف ایک کتاب لکھو۔ جس پر مولانا مرحوم نے ''تصدیق براہین احمدیہ'' لکھی

آپ کا ساتھ دینا کیوں فرض ہے؟

اب سوال یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی مجدد کو اس جہاد کبیر کے لئے کھڑا کرے تو کیا جہاد جیسے اہم فریضہ میں اس مجدد کا ساتھ دینا ہر ایک مومن و مسلم کا فرض نہیں؟ کیا زمانہ نبویؐ میں جہاد کے فریضہ کو بڑے بڑے اہم فریضوں پر مقدم نہیں کیا گیا۔ کیا غزوہ تبوک میں تین صحابیوں کو جو محض سستی اور غفلت کی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے اس وقت تک کے لئے بائیکاٹ نہیں کر دیا گیا۔ جب تک کہ ان کی توبہ قبول نہیں ہوئی۔ کیا حدیبیہ میں جب کفار کے نرغہ کا اندیشہ ہوا تو اس وقت صحابہ سے باوجود ان کے پکے مومن اور مسلمان ہونے کے جہاد کے لئے دوبارہ بیعت لی گئی یا نہیں۔ جس کے معنی یہی تھے کہ ان سے دوبارہ اقرار لیا گیا کہ وہ اسلام کے لئے تن، من، دھن سب کچھ قربان کر دیں گے۔ آج کیا اسلام پر وہی نازک حالت نہیں آچکی تھی جو حدیبیہ کے مقام پر تھی۔ عیسائیت، آریہ سماج، دہریت، مادہ پرستی وغیرہ وغیرہ سب کے سب اسلام کو کچل ڈالنے کے لئے کوشاں نہ تھے۔ کیا دجال کے ساتھ اس جنگ میں بڑی شان وشوکت اور زبردست قرآنی حربہ کے ساتھ جو شخص میدان میں اترا وہ مرزا غلام احمد نہ تھا۔ جس نے بڑے بڑے زور سے للکارا:

چہ ہیبت ہا بدادند ایں جواں را
کہ نا ید کس بہ مید ا ن محمد

اور قرآنی علوم وحکمت کا وہ دریا بہایا اور اپنے دلائل و براہین سے مذاہب باطلہ کا وہ قلع قمع کیا کہ دشمن کا منہ پھر گیا اور اس طوفان کا رخ بدل گیا جو اسلام کے کچلنے کے لئے آ رہا تھا۔ اسے خود اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔

جماعت کی واحد غرض

اس جہاد کو بڑے پیمانہ پر جاری رکھنے کے لئے ایک جماعت کی ضرورت تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ ترجمہ: ''ہماری نگرانی میں ہمارے الہام کے ماتحت یہ کشتی بنا'' چنانچہ وہ کشتی بنی یعنی جماعت کی بنیاد ڈالی گئی۔ جس میں داخل ہونے کے لئے وہی قرآنی آیت الہام ہوئی جو حدیبیہ میں بیعت لینے کے متعلق نازل ہوئی تھی کہ ترجمہ: ''جو تیری بیعت کر رہے ہیں وہ یقیناً خدا کی بیعت کر رہے ہیں'' گویا اس بیعت کو اسی بیعت کے رنگ میں پیش کیا جو حدیبیہ کے موقع پر لی گئی تھی۔ سب کو معلوم ہے کہ حدیبیہ کی بیعت کس قدر ضروری اور اہم تھی۔ یہاں تک کہ حضرت نبی کریم صلعم نے حضرت عثمانؓ کی طرف سے جو مکہ گئے تھے اور ابھی واپس نہ ہوئے تھے خود اپنا ہاتھ اپنے ہاتھ پر رکھا اور فرمایا یہ عثمان کی طرف سے میں بیعت کرتا ہوں یہ اس لئے تھا تا وہ اس بیعت سے محروم نہ رہیں۔ اور جناب الٰہی نے کس قدر اپنی خوشنودی کا اظہار ان بیعت کنندگان پر فرمایا کہ وہ آج تک بیعت رضوان کہلاتی ہے۔ اب واقعات پر نظر ڈالو۔ اس میں کیا شک ہے کہ حدیبیہ کی ایثار وقربانی کی بیعت اپنی نظیر آپ ہی ہے اور تاریخ عالم میں عدیم المثال ہے مگر موجودہ زمانہ کی نزاکت اور اسلام کی پرخطر حالت بھی حدیبیہ کے خطرہ سے کم

نہیں۔ ویسے مسلمانوں کا احساس مرگیا ہو تو وہ جدا بات ہے مگر یہ ایک حقیقت ہے جس کا انکار نہیں ہوسکتا۔ پس اس زمانہ میں اسلام کے لئے ہر قسم کی ایثار و قربانی کی مجدد وقت کے ہاتھ پر بیعت اگرچہ حدیبیہ کی بیعت جیسی شان اور کمال اپنے اندر نہ رکھتی ہو۔ مگر ہے بالکل اسی نقش قدم پر۔ پس اپنے زمانہ کی نسبت سے اسے بھی ایک حد تک وہی اہمیت حاصل ہونی چاہیے جو اس وقت اس بیعت کو حاصل ہوئی تھی۔ آخر حدیبیہ کی بیعت رضوان کا واقعہ قرآن مجید میں مسلمانوں کو یہی سبق سکھاتا ہے کہ جو امام اس وقت اسلام کی حفاظت کے لئے کھڑا ہو اس کا ساتھ دیں اور نائب رسول کی حیثیت سے اس کے ہاتھ پر ایثار اور قربانی کی بیعت کریں۔

مسیح موعود کی بیعت کی اہمیت

پس حضرت مجدد وقت کے ہاتھ پر بیعت کوئی معمولی پیری مریدی کی بیعت نہیں۔ بلکہ یہ بیعت وہی مفہوم اپنے اندر رکھتی ہے جس مفہوم کے ساتھ حدیبیہ کے مقام پر بیعت لی گئی تھی۔ یہ تو ایک جہاد کبیر ہے جو حضرت مجدد وقت نے تمام ادیان باطلہ کے خلاف شروع کیا اور اسلام کے روحانی غلبہ اور قلوب کی فتح کے لئے ایک مجاہدین کی جماعت بنائی اور ان سے ہر قسم کے ایثار اور قربانی کی بیعت لی۔ ہاں یہ ایک جہاد ہے جس میں یہ جماعت لگی ہوئی ہے اور جو کچھ بھی چندہ وغیرہ جماعت دیتی ہے یہ کوئی معمولی کسی انجمن کا چندہ یا پیر کا نذرانہ نہیں بلکہ ''اللہ کے ماتحت مالی جہاد ہے'' جو لوگ جماعت میں ہو کر اس مالی جہاد میں کوتاہی کرتے ہیں۔ انہوں نے اس کو جہاد نہیں سمجھا بلکہ کسی انجمن کا معمولی چندہ سمجھا اور یہ ان کی سخت غلطی اور محرومی ہے اور جو لوگ اس جماعت میں شامل نہیں ہوتے اور اس جہاد میں حصہ نہیں لیتے وہ یقیناً ایک اہم فریضہ کے تارک ہیں جس کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور میں وہ جوابدہ ہیں۔ ایک زمانہ تھا کہ جنگ احد میں جو تیر محمد رسول اللہ صلعم پر پڑتا تھا۔ مسلمان اسے اپنے سینہ پر لیتے تھے اور آج زمانہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم پر چاروں طرف سے دشمن تیر بازی کررہے ہیں اور مسلمان دیکھتے ہیں کہ صرف ایک چھوٹی سی جماعت لاہوری احمدیوں کی ہے جو ہمہ وقت اسکے سامنے سینہ سپر رہتی ہے لیکن پھر بھی وہ دور سے کھڑے تماشہ دیکھتے رہتے ہیں اور اس جماعت کے ساتھ ہو کر محمد رسول اللہ صلعم کے دین کی حفاظت میں ہاتھ بٹانے کے بجائے الٹا اس مجاہد جماعت کی ہی بیخکنی میں دن رات لگے ہوئے ہیں تو کیا وہ خدا کے حضور جوابدہ نہیں اور اگر خدا رحم نہ کردے تو کیا قابل مواخذہ نہیں؟

مسلمانوں کی تغافل کیشی اور ایک سبق

کیا خوب حضرت مجدد وقت فرماتے ہیں:

بیکسے شد دین احمدؐ ہیچ خویش و یار نیست
ہر کسے در کار خود با دین احمد کار نیست
ہر طرف سیل ضلالت صد ہزاراں تن بود
حیف بر چشمیکہ اکنوں نیز ہم ہشیار نیست
خونِ دین بینم رواں چوں کشتگانِ کربلا
اے عجب ایں مردماں را مہر آں دلدار نیست
اے خدا ہرگز مکن شاد آں دلِ تاریک را
آنکہ او را فکر دینِ احمدِ مختار نیست

اپنی جماعت کے آدمی ہوں یا غیر از جماعت ہوں اس آیت قرآن پر غور کریں اور اس تغافل اور اعراض کو چھوڑ دیں جو بدقسمتی سے ان میں سے بعض کے شامل حال ہے۔ ترجمہ: ''اور انہیں اس دن سے ڈرا جس دن کام ختم ہو چکا ہوگا اور حسرت ہی حسرت رہ جائے گی (اس حسرت کی وجہ یہ ہوگی) کہ یہ لوگ غفلت میں ہیں اور روگردانی کررہے ہیں۔ اسی کو حضرت مجدد وقت اس طرح نظم کرتے ہیں:

خدمتِ دین کا تو کھو بیٹھے ہو بغض وکیں سے وقت
اب نہ جائیں ہاتھ سے لوگو یہ پچتانے کے دن

(پیغام صلح 3 اپریل 1937ء)

☆☆☆☆

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

از: محترمہ جسارت نذر رب صاحبہ۔ایم۔اے

یہ فارسی شعر حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ کی ایک فارسی نظم کا ہے جس کا مطلب ہے کہ خدا کے عشق کے بعد میں محمدؐ کے عشق میں مخمور ہوں۔ اگر اس کیفیت کو کفر گردانا جاتا ہے تو خدا کی قسم میں سب سے بڑا کافر ہوں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ آنحضرتؐ کی تعریف اور محامد و محاسن کا تذکرہ نظم و نثر میں اس امت کے بڑے بڑے علماء، صوفیاء اور شعراء نے اپنے اپنے رنگ میں کیا ہے اور اپنی اپنی جگہ خوب کیا ہے لیکن اس میں حضرت صاحب کے عشق رسول کے چند واقعات میں آپ کی حضرت محمدؐ سے محبت کی کیفیت بیان کروں گی۔

ایک دفعہ کا واقع ہے کہ آپ اپنے مکان کے ساتھ والی چھوٹی مسجد میں جو مسجد مبارک کہلاتی ہے اکیلے ٹہل رہے تھے اور آہستہ آہستہ کچھ گنگناتے جاتے تھے اور ان کے ساتھ ہی آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی تار بہتی جارہی تھی۔ اس وقت ایک مخلص دوست مولانا عبدالکریم سیالکوٹی نے باہر سے آکر سنا تو آپ آنحضرتؐ کے صحابی حضرت حسان بن ثابتؓ کا ایک شعر پڑھ رہے تھے جو آنحضرتؐ کی وفات پر کہا تھا۔ شعر تو عربی میں ہے میں صرف اس کا ترجمہ لکھوں گی۔ ''یعنی اے خدا کے پیارے رسولؐ! تو میری آنکھ کی پتلی تھا جو آج تیری وفات کی وجہ سے اندھی ہوگئی ہے۔ اب تیرے بعد جو چاہے مرے مجھے تو صرف تیری موت کا ہی ڈر تھا جو واقع ہوگئی ہے''۔

راوی کا بیان ہے کہ جب میں نے حضرت مسیح موعودؑ کو اس طرح روتے ہوئے دیکھا اور اس وقت آپ مسجد میں اکیلے ٹہل رہے تھے تو میں نے گھبرا کر عرض کیا کہ حضورؑ! آپ کیوں پریشان ہیں؟ فرمایا: میں اس وقت حسان بن ثابتؓ کا یہ شعر پڑھ رہا تھا اور میرے دل میں یہ آرزو پیدا ہورہی تھی کہ ''کاش یہ شعر میری زبان سے نکلتا''

دنیا جانتی ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ پر سخت سے سخت زمانے آئے، ہر قسم کی تنگی دیکھی، طرح طرح کے مصائب برداشت کئے۔ حوادث کی آندھیاں سر سے گذریں۔ مخالفوں کی طرف سے انتہائی تلخیوں اور ایذاؤں کا مزا چکھا۔ حتیٰ کہ قتل کے سازشی مقدمات میں سے بھی گذرنا پڑا۔ بچوں اور عزیزوں اور دوستوں اور فدائیوں کی موت کے نظارے بھی دیکھے۔ مگر کبھی آپ کی آنکھوں نے آپ کے قلبی جذبات کی غمازی نہیں کی۔ لیکن علیحدگی میں اپنے رسولِ مقبول کی محبت میں یہ شعر یاد کرتے ہوئے آپ کی آنکھیں سیلاب کی طرح بہہ نکلیں اور آپ کی یہ قلبی حسرت باہر آگئی کہ ''کاش یہ شعر میری زبان سے نکلتا''۔

پھر ایک دفعہ جبکہ آپ مولوی کرم دین والے تکلیف دہ فوجداری مقدمہ کے متعلق گورداسپور تشریف لے گئے تھے اور وہ سخت گرمی کا موسم تھا اور رات کا وقت تھا۔ آپ کے آرام کے لئے مکان کی چھت پر چارپائی بچھائی گئی۔ جب آپ سونے کے لئے چھت پر تشریف لائے تو دیکھا کہ چھت پر کوئی پردہ کی دیوار نہیں۔ آپ نے ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا: کہ کیا آپ کو معلوم نہیں رسول پاک نے بے پردہ اور بے منڈیر چھت پر سونے سے منع فرمایا ہے۔ چونکہ اس مکان میں مناسب صحن نہیں تھا۔ آپ نے باوجود شدید گرمی کے کمرے میں سونا پسند کیا۔ اس لئے نہیں کہ پردہ کے بغیر چھت پر سونا کسی خطرہ کا موجب تھا بلکہ اس خیال سے کہ آنحضرتؐ نے ایسی چھت پر سونے سے منع کیا ہے''

مرکز کی سرگرمیاں تصویری شکل میں

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ شبان الاحمدیہ مرکزیہ کی سال 2011ء کی منتخب ہونے والی مجلس انتظامیہ کی حلف برداری اور دیگر احباب کی بیعت لے رہے ہیں۔

شبان الاحمدیہ مرکزیہ کی زیر قیادت ملفوظات مسیح موعودؑ کے سلسلہ کی ابتداء کی جھلک
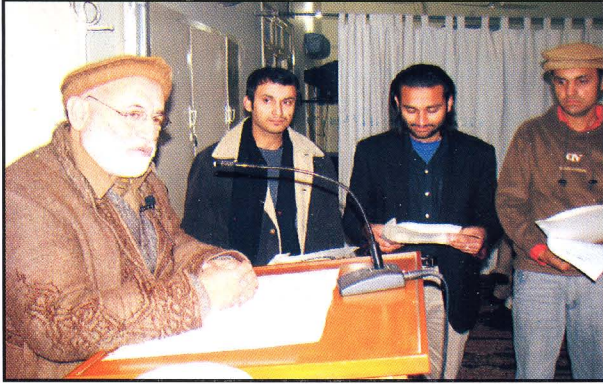
حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی شبان الاحمدیہ مرکزیہ کے زیر اہتمام ٹیبل ٹینس کے فائنل مقابلہ کے بعد گروپ فوٹو

سالانہ دعائیہ 2011ء کے موقع پر بیرون ملک سے آنے والے مہمانوں کی تصاویر
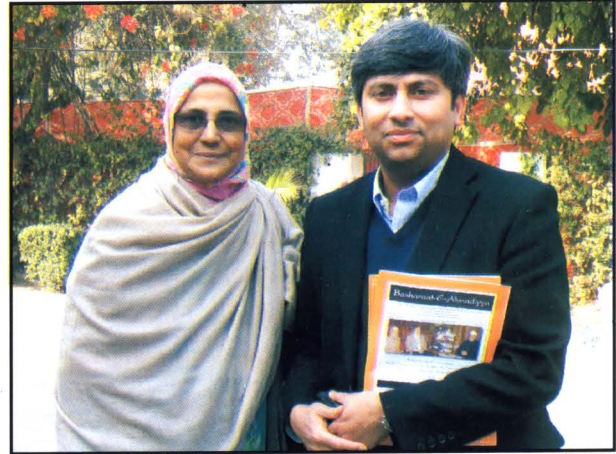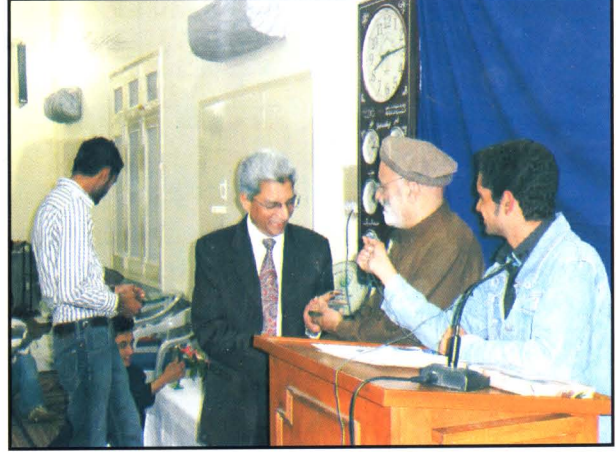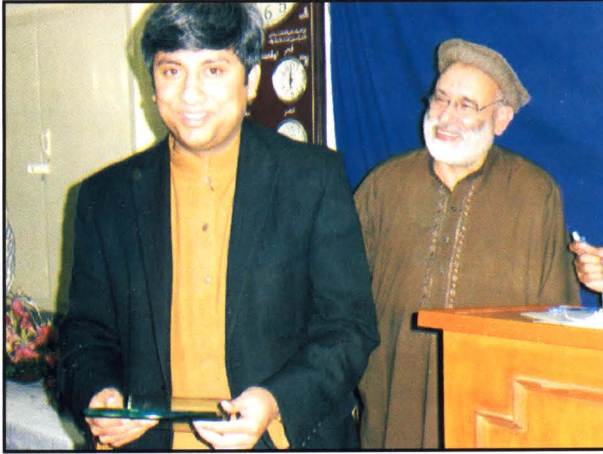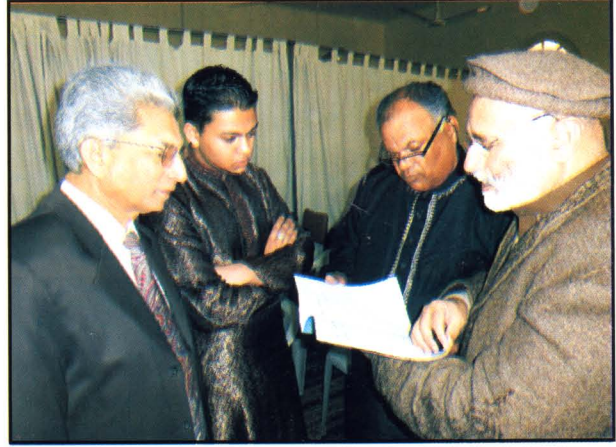
سالانہ دعائیہ میں شرکاء کے مناظر

ایک دفعہ حضرت اقدس لاہور سے واپس قادیان تشریف لا رہے تھے کہ لاہور کے اسٹیشن پر وضو کے دوران لیکھرام نے آپ کو دیکھ کر ہندوآنہ رواج کے مطابق ہاتھ جوڑ کر سلام کیا۔ آپ نے جواب نہ دیا اس نے سوچا شاید آپ نے سنا نہیں وہ دوسری جانب گیا دوبارہ سلام کیا مگر آپ نے پھر بھی توجہ نہ دی۔ کسی نے آپ سے کہا کہ لیکھرام آپ کو سلام کہتا تھا۔ کہا ''میرے آقا کو تو گالیاں دے اور مجھے سلام کہے۔ میں ایسے بے ادب اور گستاخ شخص کی شکل بھی دیکھنا گوارہ نہیں کرتا''۔

ایک اور واقعہ یہ کہ لاہور کی آریہ سماج تنظیم نے ایک دفعہ جلسہ مذاہب میں تقریر کرنے کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کو دعوت دی۔ یقین دلایا اور آپ کی تسلی کردی کہ آریہ سماج کی طرف سے کسی مذہبی راہنماء پر کوئی توہین آمیز بات نہیں ہوگی۔ چنانچہ آپ نے لیکچر لکھ کر ایک وفد کے ذریعہ آریہ سماج کے جلسہ میں بھیجا۔ وفد کے قافلہ سالار مولوی نورالدین صاحب تھے۔ لیکچر نہایت معقول اور مہذب طریق پر لکھا گیا تھا۔ اور نہایت خوبی سے جلسہ میں پڑھا گیا لیکن اس کے بعد آریہ لیکچرار نے جو لیکچر دیا تو حسب عادت آنحضرتؐ کی شان میں نہایت بے ہودہ اور گستاخانہ کلمات استعمال کئے۔ قادیان کا وفد اور دوسرے احباب جو باہر سے اس جلسہ کے لئے آئے تھے نہایت صبر و تحمل سے سنتے رہے۔ جب یہ وفد قادیان واپس آیا اور سب باتیں حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کیں تو آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ اور اس قدر رنج فرمایا کہ ایسا کبھی دیکھا نہیں کیا تھا۔ فرمانے لگے تمہاری غیرت نے کس طرح برداشت کیا کہ آنحضرتؐ کی شان میں گستاخی ہورہی تھی اور تم چپ کر کے چلے آئے۔ بیٹھے رہنے کے کیا معنی تھے؟ چنانچہ اسی جوش میں آپ نے اپنی کتاب چشمہ معرفت لکھی جس نے آریہ مذہب کی جڑیں اکھاڑ دیں۔

آپ کی ایک اردو نظم کا شعر ہے:

دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعف دین مصطفےٰ
مجھ کو کر اے میرے سلطاں کامیاب وکامگار

اس شعر سے ان کی دلی کیفیت کا اندازہ لگایئے کہ وہ رسول پاکؐ کے عشق میں کس قدر سرشار تھے۔ اسی عشق نے انہیں ماموریت کا مقام دیا اسی جنون نے ان سے وہ خدمات لیں جو ایک عام آدمی کے بس میں نہیں تھیں۔ اسی محبت نے ایک اصلاح یافتہ اور پاکیزہ ماحول پیدا کیا مسلمانوں کے غلط عقائد کی نفی کی۔ عیسائیوں پر ثابت کیا کہ تم جس یسوع مسیح کی پوجا کرتے ہو وہ فوت ہو چکا ہے۔ آریہ مذاہب کی ناپاک تعلیمات کی نشان دہی کرتے ہوئے ان کی روحانی پستی کو دور کرنے کی تاکید کی۔ سکھ مذہب کے بانی گرونانک کے عقیدہ سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ وہ مسلمان تھے اور اسلام کے شیدائی بھی۔ غرض آپ نے اپنی آمد کی غرض بتاتے ہوئے اس بات پر ہی زور دیا کہ ہمیشہ زندہ رہنے والی ذات صرف خدائے واحد کی ذات ہے۔ دنیا میں اگر کوئی مذہب واجب العمل ہے تو وہ اسلام ہے اور کوئی پیغمبر جس کی اطاعت کے بغیر انسان کی نجات نہیں ہوسکتی وہ فخرالاولین و آخرین اور سیدالمرسلین وخاتم النبیین حضرت محمدؐ ہیں۔ آپ کے چند نعتیہ اشعار جن سے آنحضرت صلعم سے عشق کا اظہار ہوتا ہے۔

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمد دلبر میرا یہی ہے
سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیرالوریٰ یہی ہے
وہ آج شاہ دیں ہے وہ تاج مرسلیں ہے
وہ طیب وامیں ہے اس کی ثنا یہی ہے
جو رازِ دیں تھے بھارے اس نے بتائے سارے
دولت کا دینے والا فرمانروا یہی ہے
اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

☆☆☆☆

انگریزی سے ترجمہ: اویس عامر، بی۔کام

ماضی میں مسلمانوں کے سنہری کارناموں کی ایک جھلک

جب مسلمان کا زبانی وعدہ ہی مقدس دستاویز کی حیثیت رکھتا تھا۔۴

از حضرت مولانا محمد یعقوب خان صاحب

نوجوان انتہائی تیز رفتاری سے مدینہ کی طرف روانہ ہوا تا کہ اپنی موت کی سزا بھگتنے کے لئے وقت پر پہنچ سکے۔ یعنی وہ خود اپنی موت کو گلے لگانے جا رہا تھا۔ بظاہر یہ ایک نہایت ہی عجیب بات دکھائی دیتی تھی۔ لیکن مسلمان کے نزدیک وعدے کی پاسداری کا یہی اصول ہے۔ جب مسلمان ایک دفعہ وعدہ کر لیتا ہے تو وہ اُس کو ہر صورت میں پورا کرتا ہے چاہے اُس کے لیے اُس کو اپنی جان ہی کیوں نہ دینی پڑے۔ اسلام کی تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے جس میں مسلمانوں نے انتہائی مشکل حالات میں وعدے کیے اور اُن کو پورا بھی کیا۔ اسلام کے اس قابل قدر نوجوان نے اسلام کی ایسی ہی سنہری روایت پر عمل کر کے دکھایا۔ موت اُس کے سامنے تھی، لیکن اس عظیم پیغمبر ﷺ کے پیروکاروں کو یہ ہرگز زیب نہ دیتا تھا کہ وہ اپنے وعدے سے پھر جائیں اور جھوٹ کا مرتکب ہوں۔ وہ پوری تیز رفتاری سے دارالحکومت کی طرف جا رہا تھا۔ اس کی پوری کوشش کے باوجود راستہ میں اس کو رکنا پڑا۔ اس کے اونٹ کے رکاب جواب دے گئے اور اُس کو سڑک کنارے ایک جھونپڑی کے پاس اُن کو مرمت کروانے کے لیے رُکنا پڑا۔ اس میں کچھ وقت لگ گیا۔ پھانسی کا مقررہ وقت گذر گیا اور ابھی وہ راستے میں ہی تھا۔ اس دوران مدینہ میں بہت بے چینی پھیلی ہوئی تھی۔ لوگ مسجد میں جمع ہو گئے تھے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ جنہوں نے اُس نوجوان کی ضمانت دی تھی وہ بھی وہاں موجود تھے۔ ہر لحہ امید کی جا رہی تھی کہ نوجوان واپس آ جائے گا۔ پھانسی کا مقررہ وقت آیا اور گزر گیا لیکن نوجوان ابھی تک واپس نہ آیا تھا۔ اس وجہ سے حضرت ابوذرؓ کے متعلق فکرمندی لوگوں کو بڑھ گئی کیونکہ اب اُن کی زندگی خطرہ میں تھی۔ چنانچہ مختلف قسم کی قیاس آرائیاں شروع ہو گئیں۔ کہ شاید نوجوان دھوکہ دے گیا ہے۔ ہر کوئی کہنے لگا کہ بیچارے حضرت ابوذر غفاریؓ کو بغیر کسی وجہ کے قتل ہونا پڑے گا۔ لیکن حضرت ابوذر اپنی جگہ بے حد مطمئن تھے۔ انہوں نے کہا ''جو مقدر میں لکھا ہے وہ تو ہونا ہی ہے''۔ ایک مسلمان کو اللہ کی رضا کو خوشی سے قبول کرنا چاہیے۔ اگر اُس کی رضا یہی ہے کہ مجھے مرنا ہے تو میں اس کے لیے تیار ہوں۔

اس موقع پر حضرت ابوذرؓ نے صرف اس خواہش کا اظہار کیا کہ دنیا چھوڑنے سے پہلے ان کو آخری دفعہ نماز ادا کرنے دی جائے۔ اُنہوں نے وضو کیا اور نماز ادا کی۔ پھر اُن کو پھانسی کے لیے تیار کیا گیا۔ جب تمام انتظامات مکمل ہو گئے تو دُور اُفق پر غبار میں ایک نکتہ سا اُبھرتا ہوا دکھائی دیا۔ رک جاؤ! رک جاؤ! خلیفۂ وقت نے حکم دیا۔ جبکہ پھانسی دی جانے لگی تھی۔ انہوں نے فرمایا ''ہو سکتا ہے شاید وہ نوجوان ہی ہو''۔

جلاد نے ہاتھ روک لیے۔ سب کی نظریں اب اُس بڑھتے ہوئے نکتہ کی طرف جم گئیں۔ شروع میں وہ بہت دھندلا اور شناخت کے قابل نہ تھا لیکن جیسے جیسے وہ نزدیک آتا گیا، بے چین ہجوم میں اُمید کی کرن روشن ہوتی گئی۔ کوئی اونٹ پر بیٹھا بہت تیزی سے آ رہا تھا۔ آہستہ آہستہ سوار شخص کا چہرہ زیادہ واضح ہوتا گیا۔ وہاں موجود تمام لوگوں نے سکون کا سانس لیا۔ سوار وہی نوجوان تھا جس کو موت کی سزا سنائی گئی تھی۔ ہر طرف خوشی کی لہر دوڑ گئی اور ہر کوئی حضرت ابوذرؓ کو مبارک دینے لگا۔ آخرکار نوجوان پہنچ گیا۔ جیسے ہی نوجوان نے مسجد میں قدم رکھا اُس نے کہا: ''میں بے حد معذرت خواہ ہوں کہ وقت پر نہ پہنچ سکا اور آپ سب کو انتظار کرنا پڑا۔ میں خاص طور پر اپنے محسن کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر میری ضمانت دی۔ اُن کے لیے یہ لمحے یقیناً پریشانی کا سبب ہوں گے۔ لیکن میں مجبور تھا''۔ اور پھر اُس نوجوان نے

تفصیل سے بتایا کہ کس وجہ سے اُس کو راستے میں رُکنا پڑا اور اسے دیر ہوگئی۔

ہر شخص نے نہ صرف اُس نوجوان کی احساس ذمہ داری کو سراہا بلکہ حضرت ابوذرؓ کے جذبہ قربانی کی بھی داد دی۔ خلیفۂ وقت بھی بے حد متاثر ہوئے اور انہوں نے نوجوان کو پھانسی سے پہلے کچھ وقت دیا تا کہ وہ آرام کرلے۔ اس کے بعد نوجوان، حضرت ابوذر غفاریؓ، بوڑھے مقتول کے بیٹے، خلیفۂ وقت حضرت عمرؓ اور وہ تمام لوگ جو بے قراری سے اس سارے واقعہ کو دیکھ رہے تھے، مسجد میں بیٹھ گئے۔ پھر خلیفہ وقت نے حضرت ابوذرؓ سے پوچھا: ابوذر! تمہیں کس چیز نے متاثر کیا کہ تم نے اس نوجوان کے لیے اپنی زندگی داؤ پر لگادی۔

''امیرالمومنین! حضورؐ کے اس صحابیؓ نے کہا: جب اس نوجوان نے مسلمانوں کے اس اجتماع پر اپنی مدد کے لیے پریشان کن نظر دوڑائی کہ شاید کوئی مسلمان اس کی مدد کرے اور اُس کی ضمانت دے دے، تو مجھے بہت شرمندگی ہوئی کہ مسلمانوں کے اس اجتماع میں ایک ساتھی مسلمان اپنے آپ کو بے یارومددگار اور اپنے آپ کو اجنبی محسوس کر رہا تھا۔ میں نے اپنے آپ سے کہا، ''ایسا نہ ہو کہ لوگ یہ کہیں کہ اسلامی تعلیمات کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں صرف زبانی باتیں ہیں اور مصیبت کے وقت ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی مدد نہیں کرتا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ جو کچھ بھی ہو اسلام کا نام بدنام نہیں ہونا چاہیے اور میں نے اس کی ضمانت دے دی۔ ہر کوئی ان الفاظ سے بہت متاثر ہوا۔

خلیفۂ وقت پھر اس نوجوان کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا: وہ کیا بات تھی جس نے تمہیں وقت پر اپنی پھانسی کے لیے واپس آنے پر مجبور کیا۔

امیرالمومنین! نوجوان نے جواب دیا۔ میرے لیے ایسا کرنا کچھ آسان نہ تھا۔ میرے راستے میں بہت سی دل گرفتہ اور مشکل رکاوٹیں تھیں۔ میرا گھر دور صحرا کے درمیان ایسی جگہ ہے جہاں قانون کا پہنچنا بہت مشکل ہے۔ وہاں پر کوئی بھی ایسا نہ تھا جو مجھے زبردستی واپس لانے پر مجبور کرسکتا۔ جب میں واپس آنے لگا تو میرے سامنے میرے بوڑھے ماں باپ جن کے چہروں پر جھریاں نمایاں تھیں اُن کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے۔ میری بیوی ہمیشہ کی جدائی کا سوچ کر بیہوش ہوگئی۔ میرے تینوں بچے میرے پیروں سے چمٹ کر چلانے لگے، ابا جان! ابا جان! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ ان بے حد جذباتی لمحات میں اپنے پیاروں کو چھوڑ کر جانا اتنا آسان نہ تھا۔ اور ہر لمحہ میرے جذبات میری روح پر غالب آرہے تھے۔ میں نے اپنے آپ سے کہا: لوگ میرے بارے میں کیا کہیں گے؟ ایک مسلمان نے اپنا وعدہ توڑ دیا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ اسلام کا نام میری وجہ سے بدنام نہیں ہونا چاہیے۔ آخر کار آنسوؤں اور اپنے پیاروں کی چیخ وپکار کے درمیان میں اپنے اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہوگیا۔

حاضرین ایک دفعہ پھر حیران ہوئے۔ ان کے دل متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اُنہوں نے نوجوان کی احساس ذمہ داری کی بے حد تعریف کی۔ مجمع پر اسلامی ماحول پوری طرح حاوی تھا جس نے بوڑھے مالی کے بیٹوں کے دلوں میں رحم بھر دیا اور انہوں نے کہا: امیرالمومنین! اس نوجوان نے ہمارے بوڑھے باپ کو مارا اور ہم اب تک اسی انتظار میں رہے کہ اس نوجوان کو قانون کے مطابق سزا ملے۔ لیکن اب ایسا محسوس ہونے لگا ہے کہ اپنے باپ کی موت کا انتقام لینے میں ہم اسلام کی معاف کر دینے کی تعلیم کو بھول بیٹھے ہیں۔ دانت کے بدلے دانت اور آنکھ کے بدلے آنکھ پرانا قانون تھا۔ لیکن اسلام نے ہمیں معاف کرنے کی تعلیم دی ہے۔ قرآن نے سکھایا ہے کہ کسی قصوروار کو معاف کر دینا خدا کی نظر میں زیادہ قابل تعریف ہے۔ بجائے اس کے کہ اُس کو سزا دی جائے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ کہا جائے کہ اسلام کے دو بیٹے اتنے تنگ دل ہوگئے تھے کہ وہ معاف کرنا ہی بھول گئے۔ اسلام کا نام ہماری وجہ سے بدنام نہیں ہونا چاہئے۔ ہم نوجوان کو معاف کرتے ہیں۔ اللہ اکبر! ہجوم نے یک زبان ہو کر کہا۔ سارے ہجوم میں خوشی کی لہر دوڑ گئی کہ یہ نہایت پیچیدہ اور پریشان کن معاملہ نہایت عمدہ اور احسن طریق پر انجام پذیر ہوا۔

☆☆☆☆

بچوں کا صفحہ

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی تھے

از قلم محترمہ بیگم صاحبہ حضرت امیر مرحوم مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ

شام کا وقت تھا کئی دن کی شدید گرمی کے بعد بارش کے چھینٹے اور ٹھنڈی ہوا نے مرجھائے ہوئے چہروں کو بحال کر دیا تھا۔ ماجد اور اس کی بہن طیبہ دونوں کھانا کھا رہے تھے اور ان کی والدہ قریب ہی بیٹھی وضو کر رہی تھیں کہ ایک دم ماجد چلایا کہ اماں جان دیکھئے طیبہ میرے سامنے سے بوٹیاں اٹھا اٹھا کر اپنی پلیٹ میں رکھتی جاتی ہے۔ ماجد کی والدہ نے قریب آ کر کہا کہ دیکھو طیبہ بیٹی کھانا ہمیشہ اپنے سامنے سے لینا چاہیے۔ دوسرے کی طرف سے اٹھانا بہت بری بات ہے۔ لوگ بدنیت کہتے ہیں۔

طیبہ۔ مگر اماں جی میں کسی کے سامنے تھوڑا ہی ایسا کرتی ہوں؟

ماجد کی والدہ۔ بری حرکت تنہائی میں بھی کرنا ویسا ہی برا ہے جیسا کسی کے سامنے اگر تم کو کوئی بری عادت پڑ گئی۔ تو تم بے اختیار سب کے سامنے بھی وہی بات کر بیٹھو گی اور دیکھو ماجد کھانا کھاتے وقت چبانے کی آواز نہیں نکالنی چاہیے۔ نوالہ منہ میں رکھ کر منہ کو بند کر کے اس طرح چبانا چاہیے کہ چپڑ چپڑ کی آواز نہ آئے اور کھانا خوب چبا کر کھانا چاہیے۔ ورنہ کھانا ٹھیک ہضم نہیں ہوتا اور پیٹ میں درد ہو جاتی ہے۔ اچھا لو تم کھانا کھا کر ہاتھ دھو لو اور دانت صاف کر لو۔ اتنے میں میں نماز پڑھ لوں۔ پھر تم کو ایک اچھی سی کہانی سناؤں گی۔

ماجد کی والدہ نماز سے فارغ ہوئیں تو بچے ان کے گرد ہو گئے اور ماجد نے کہانی کی فرمائش کی۔

ماجد کی والدہ۔ اچھا ماجد میاں پہلے یہ بتاؤ کہ اس دن کی باتوں میں سے تمہیں کیا کیا یاد ہے۔ ماجد۔ مجھے سب یاد ہے۔ آپ نے بتایا تھا کہ ہم پکے مسلمان ہیں اور اس لئے ہمارا نام احمدی ہے۔ اور یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اور ہمارے نبی کریم صلعم سب سے بڑے نبی ہیں اور اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔ کیوں اماں جان ٹھیک یاد ہے نا۔

ماجد کی والدہ۔ (پیار کر کے) شاباش تم بہت اچھے بیٹے ہو۔

ماجد۔ اماں جان اب کیوں نبی نہیں آئیں گے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میں کسی نبی کو دیکھوں۔

ماجد کی والدہ۔ دیکھو میں تمہیں بتاتی ہوں۔ آج سے ہزارہا سال پہلے جب یہ ہماری دنیا شروع ہوئی تو لوگ اس قدر ترقی یافتہ نہ تھے۔ جنگلوں میں پہاڑوں کی غاروں میں رہتے تھے۔ جنگلی پھلوں، گھاس پات اور کچے گوشت پر گزارہ کرتے تھے۔ درختوں کے پتوں سے اپنے بدن کو ڈھانپتے تھے۔ پھر رفتہ رفتہ وہ ترقی کرتے گئے مکان بنانے لگے۔ کھیتی باڑی شروع کر دی اور کپڑے وغیرہ پہننے لگے۔ مگر پھر بھی ابھی ان کی ضروریات بہت کم اور محدود تھیں اور وہ چھوٹی چھوٹی بستیوں میں ادھر ادھر بکھرے پڑے تھے اور اسی لئے ان میں جگہ جگہ نبی آتے رہے جو ان کے حالات کے مطابق نیکی کی باتیں سکھاتے تھے۔ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام آئے۔

ماجد۔ اماں جی وہ کس ملک میں آئے تھے؟

ماجد کی والدہ۔ وہ عرب میں آئے تھے۔

ماجد۔ ہمارے ہندوستان میں کوئی نبی نہیں آیا؟

ماجد کی والدہ۔ آئے کیوں نہیں۔ یہاں بھی نبی آئے۔ لیکن ہمیں ان سب کے نام معلوم نہیں ہیں مگر خدا نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ دنیا کی تمام قوموں میں نبی آئے ہیں۔ اس لئے ہمیں چاہیے کہ سب قوموں کے بزرگوں کی عزت کریں۔ ہندوؤں میں رامچندر جی اور کرشن جی وغیرہ نیک بندے تھے۔ مگر ان کو لمبا عرصہ گزر گیا۔ لوگ ان کی باتوں کو بھول گئے اور اپنی طرف سے بہت سی فضول باتیں ان کی طرف منسوب کر دی ہیں۔ ہاں میں یہ کہہ رہی تھی کہ اس وقت جن جن ملکوں میں جو جو نبی آئے۔ وہ صرف اسی ملک اور قوم کے لئے ہوتے تھے اور وہ اسی زمانہ کے لوگوں کی ضروریات اور سمجھ کے مطابق خدا کے احکام لاتے تھے۔ مگر جب دنیا نے کافی ترقی کر لی اور لوگ ایک دوسرے کے ملکوں میں آنے جانے لگے۔ تو خدا

نے نیکی اور ہدایت کی مکمل تعلیم قرآن مجید کے ذریعہ بھیج دی اور ہمارے نبی کریم صلعم کوتمام دنیا کی طرف نبی بنا کر بھیج دیا۔تا کہ سب لوگ آپس میں لڑنا جھگڑنا چھوڑ کرایک ہوجائیں۔اور ایک نبی کے پیرو ہوکر پیار سے رہیں۔قرآن مجید میں خدا نے ایسے ایسے قانون بتادیئے ہیں جو ہمیشہ لوگوں کوترقی اور نیکی کی طرف لیجاتے رہیں گے۔اس لئے اب اور کسی نئے نبی یا نئی تعلیم کی ضرورت نہیں رہی۔

ماجد۔مگراماں جان آپ تو کہتی تھیں کہ نبی کریم کے بعد بھی لوگ برے کام کرنے لگے تھے۔

ماجد کی والدہ۔ہاں یہ ٹھیک ہے کہ لوگوں نے قرآن مجید کی تعلیم کو چھوڑ دیا۔اور پھر بری باتیں اختیار کرلیں۔اس لئے خدانے ہمارے نبی کریم سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ہرسوسال کے بعد ایک نیک اور پاک آدمی کو بھیجے گا جن کو مجدد کہتے ہیں۔یہ مجدد پھر لوگوں کوقرآن مجید کی تعلیم کی طرف متوجہ کریں گے۔چنانچہ تیرہ سوسال میں ہرسوسال کے بعد یعنی ہرصدی کے سر پر مجدد آتے رہے ہیں۔اور اب چودھویں صدی ہے۔اس کے مجدد حضرت مرزاغلام احمد صاحب ہیں۔

ماجد۔تو پھر حضرت مرزا صاحب کومسیح موعود کیوں کہتے ہیں؟

ماجد کی والدہ۔یہ ہمارے نبی کریم صلعم کی ایک پیشگوئی ہے آپ نے فرمایا تھا کہ چودھویں صدی میں عیسائیت کا فتنہ بہت ترقی کرے گا اور یہ لوگ تمام ملکوں پر چھا جائیں گے اور لوگوں کو ایک خدا کی عبادت سے پھیر کر ان سے تین خدا منوائیں گے تو اس لئے اس چودھویں صدی کے مجدد کا نام مسیح رکھا گیا ہے۔اور وہ خاص طور پرعیسائیت کے حملوں سے اسلام کو بچائے گا۔اوراسی لئے اس کومسیح موعود کہتے ہیں یعنی وہ مسیح جن کا وعدہ نبی کریم صلعم نے ہم سے کیا تھا۔

ماجد۔ہمارے سکول میں ایک لڑکا ولیم پڑھتا ہےاس کے باپ کا نام احمد شاہ ہے۔وہ کہتا تھا۔پہلے ہم مسلمان تھے پھر عیسائی ہوگئے اور تم سب مسلمانوں کا صرف ایک خدا ہےاور ہمارے تین خدا ہیں اس لئے ہم تم سے بڑھ کر ہیں۔

ماجد کی والدہ۔خدا ایک ہے اور ہمیں فخر ہے کہ خدا ایک ہے۔اس کا کوئی ساتھی نہیں۔سب طاقت اور قدرت رکھتا ہے۔بہت سے خدا ہونے کوئی اچھی یا قابل فخر بات نہیں ہے۔ان کے تین خداؤں میں سے ایک خدا یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوتو یہودیوں نے پکڑ کر صلیب پر لٹکا دیا تھا۔وہ اچھے خدا تھے کہ اپنے آپ کو نہ بچاسکے۔

ماجد۔اماں جی صلیب کسے کہتے ہیں؟

ماجد کی والدہ۔وہ ایک قسم کی سولی ہوتی تھی جس کی شکل انگریزی حرف T کی طرح ہوتی تھی اور جس آدمی کو پھانسی دینا چاہتے تھے تو اس کو اس صلیب پر لٹکا کر ہاتھوں پاؤں میں میخیں ٹھونک دیتے تھے اوراس طرح وہ صلیب پر لٹکے لٹکے بھوک پیاس اور تکلیف سے مرجاتا تھا۔تو حضرت عیسیٰ کو بھی یہودیوں نے صلیب پر لٹکا دیا مگر اس دن بہت زور کی آندھی آئی اور لوگ ڈر گئے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک مرید نے لوگوں سے مل ملا کر چند گھنٹوں کے بعد ان کوصلیب پر سے اتارلیا۔اوران کو ایک پہاڑ کی غار میں چھپا کر رکھا۔ان کے ہاتھوں میں زخم ہوگئے تھے۔ان پر مرہم لگایا اور جب وہ اچھے ہوگئے تو وہ اس ملک کو چھوڑ کر کشمیر کے پہاڑوں کی طرف چلے گئے اور وہیں کچھ عرصہ زندہ رہ کر فوت ہوگئے اوران کی قبر کشمیر میں موجود ہے۔

ماجد۔مگر ولیم تو کہتا ہے کہ ہمارا یسوع مسیح آسمان پر بیٹھا ہے اور وہ ہم سب مسلمان لڑکوں سے کہتا تھا کہ ہمارا یسوع مسیح زندہ ہے وہ پھر آئے گا اور تم سب مسلمانوں کو خوب مارے گا، مجھے تو بہت غصہ آیا اور دیکھئے۔اماں جی وہ مولوی صاحب کا لڑکا ہے نا انعام اللہ وہ بھی کہتا تھا کہ ہاں یہ ٹھیک ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔اور پھر آسمان سے اتریں گے۔میں نے کہا یہ جھوٹ ہے۔اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے ہیں تو ولیم کہنے لگا کہ آؤ انعام آؤ ہم چلیں ہم اب اس سے بات نہیں کریں گے۔یہ احمدی ہے اور سب مسلمان ان کو کافر کہتے ہیں۔اور یہ مسلمان نہیں ہیں۔کیوں اماں جی آپ بتائیں کہ مسلمان ہمیں کافر کیوں کہتے ہیں؟

ماجد کی والدہ۔اس لئے کہ ہمیشہ ہر نیک کام کی مخالفت کی گئی ہے۔خود ہمارے نبی کریم صلعم کولوگوں نے بُرا کہا ہے۔آج کل کے مسلمانوں نے عام طور پر خدااوراس کے رسول کے حکموں کو بھلا دیا ہے۔اللہ میاں تو فرماتے ہیں کہ جوتمہیں سلام کہےاس کو کافر مت کہو۔ہمارے نبی کریم صلعم فرماتے ہیں کہ جوشخص تمہارے قبلے کی طرف منہ کرکے نماز پڑھے اس کو بھی کافر نہ کہو۔مگر مسلمان ہیں کہ وہ پرواہ ہی نہیں کرتے اور ذرا ذراسی بات پر ایک دوسرے کو کافر کہہ دیتے ہیں۔وہ صرف ہم احمدیوں کو ہی کافر نہیں کہتے بلکہ وہ آپس میں بھی ذرا سے اختلاف پر جھٹ کفر کا فتویٰ دے دیتے ہیں۔یہ بہت ہی بری بات ہے۔اوراسی لئے خدانے مرزاغلام احمد صاحب کواس صدی کا مجدد بنا کر بھیجا تا کہ وہ مسلمانوں کوخدا کے حکم دوبارہ یاد دلائیں۔اور اسلام کی خدمت کریں۔پہلے زمانے میں اس قدر کتابیں اور اخبار

شائع نہیں ہوتے تھے۔ مگر آج کل بے شمار کتابیں اور اخبار نکل رہے ہیں۔ پادریوں نے ہمارے نبی کریم صلعم اور اسلام کے خلاف بہت گندی کتابیں لکھیں اور بہت سی جھوٹی باتیں اسلام اور نبی کریم صلعم کے خلاف کہہ کر لوگوں کو گمراہ کرنے لگے۔ اور مسلمانوں کے مولوی بالکل غافل تھے اور جب کوئی شخص عیسائیوں کی کوئی بات سن کر ان مولویوں سے جواب پوچھتا تو جھٹ کہہ دیتے تم کافر ہو۔ اسی لئے اس وقت بعض اچھے اچھے مسلمانوں کے خاندان عیسائی ہو گئے۔ یہ احمد شاہ جس کا بیٹا ولیم تمہارے ساتھ پڑھتا ہے۔ اس کا باپ ایک بڑا خاندانی سیّد تھا مگر یہ بھی عیسائی ہو گیا۔ اس طرح کئی خاندان عیسائی ہو گئے مگر جب حضرت مسیح موعود آئے اور انہوں نے ان پادریوں کے اعتراضات کے جواب لکھے اور اسلام کی تعلیم پر کتابیں لکھیں، اشتہار شائع کئے، لیکچرز دیئے، اور بتایا یہ جھوٹے جو قصے مشہور ہیں یہ اسلامی تعلیم نہیں ہے بلکہ اسلام کی اصلی اور صحیح تعلیم وہ ہے جو قرآن مجید میں ہے تو پھر عام مسلمانوں کی آنکھیں کھل گئیں اور عیسائیت کی ترقی ایک دم رک گئی۔ اور اب تو کوئی معزز خاندان عیسائی نہیں ہوتا۔ اور سب عیسائی جانتے ہیں کہ یہ احمدی پکے اور سچے مسلمان ہیں۔ اسی لئے وہ ان سے مذہبی گفتگو کرتے ہوئے گھبراتے ہیں مگر افسوس ہے مسلمانوں پر کہ انہوں نے اپنے خیر خواہ کی قدر نہ کی۔ اور سب سے زیادہ وہ ہی حضرت مرزا صاحب کے دشمن بن گئے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں یہ توفیق دی کہ ہم نے اس صدی کے مجدد کو مان لیا۔ اور حضرت مجدد نے کوئی بری بات ہمیں نہیں سکھائی۔ ہم خدا کے سب حکم مانتے ہیں۔ دین کی خدمت کرتے ہیں اور اپنے روپے سے اشاعت اسلام کرتے ہیں۔ ماجد تم کو معلوم ہے کہ ہماری انجمن اشاعت اسلام کیا کیا کر رہی ہے۔

ماجد۔ ہاں اماں جان آپ کو یاد ہوگا کہ اباجی نے عید کے دن ہم سب سے چندہ لیا تھا اور میں نے اپنی عیدی میں سے آدھی عیدی دے دی تھی۔ وہ کہتے تھے کہ یہ ہم احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کو بھیج دیں گے۔ اور تم کو ثواب ہوگا اور اللہ میاں بہت خوش ہوں گے۔ اماں جان آپ بتائیں کہ ہم کیوں انجمن کو اپنے روپے دیتے ہیں وہ کیا کام کرتی ہے؟

ماجد کی والدہ۔ بیٹا اب بہت دیر ہو گئی ہے سو رہو یہ سب باتیں میں تم کو پھر انشاء اللہ بتاؤں گی۔

☆☆☆☆

سالانہ رپورٹ نماز سوسائٹی

حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ نے 2010ء کو بچوں کا سال قرار دیا تھا۔ جس میں بچوں کے لئے شبان الاحمدیہ مرکزیہ نے بھرپور کردار ادا کیا۔ اس سلسلہ میں بچوں کو پانچ وقت کی نمازوں کی پابندی کی طرف توجہ دلائی گئی۔

جامعہ دارالسلام میں بچوں کی نماز حاضری کا خاص اہتمام کیا گیا۔ دن کی تمام نمازوں میں بچوں کی حاضری ممکن بنانے کے لئے انعامات کا سلسلہ بھی شروع کیا گیا۔ جس میں ہر ماہ کے آخر پر بدست حضرت امیر ایدہ اللہ اول، دوم، سوم آنے والے بچوں کو انعامات دیئے جاتے رہے۔

سال 2010ء کے آخر پر سال بھر کی نمازوں میں اول، دوم، سوم آنے والے بچوں کو جلسہ سالانہ کے موقع پر شبان الاحمدیہ مرکزیہ کے پروگرام میں انعامات سے نوازا گیا اور ان کے والدین کو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے بہت بہت مبارکباد پیش کی اور باقی والدین کو تلقین کی کہ وہ اپنے بچوں کو نماز کا پابند بنائیں۔ بیرونی جماعتوں کو بھی اس طرح کے سلسلے کا اہتمام کرنے کی ہدایت کی۔

اول، دوم، سوئم آنے والے بچوں کے نام حسب ذیل ہیں:

اول: شگفتہ احمد

دوم: سکندر احمد

سوم: در شہوار احمد

تقریب کے اختتام پر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے ان بچوں کے لئے خصوصی دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ان بچوں کو اسی طرح نمازوں کی پابندی کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور انہیں دنیا اور آخرت کا حسنہ عطا فرمائے اور یہ اپنی روحانیت میں ترقی کریں۔ (آمین)

تنویر احمد

صدر، نماز سوسائٹی

سرگرمیوں کا مختصر خاکہ

شبان الاحمدیہ مرکزیہ لاہور 2010ء

از: ہارون جاوید (سیکرٹری، شبان الاحمدیہ مرکزیہ، لاہور)

مجلس انتظامیہ کے ممبران نے منتخب ہونے کے بعد ماہ جنوری میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی اور خدمت جماعت کا حلف اٹھایا۔ تمام ممبران نے اپنی صلاحیتوں اور خدمات کو جماعت کے لئے وقف کرنے کے عہد کے ساتھ اپنے کام کا آغاز کیا اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے تعاون اور ان کی مشاورت سے درج ذیل امور کو ممکن بنایا۔

سپورٹس سوسائٹی کو سرگرم کرنے کے لئے شبان الاحمدیہ مرکزیہ نے ایک ٹیبل ٹینس کی میز لینے کا ارادہ کیا اور اس منصوبے کو لے کر حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ شبان الاحمدیہ کے اس منصوبے کو حضرت امیر نے بہت سراہا اور اپنی صوابدید میں سے بھی کچھ پیسے دینے کا وعدہ کیا۔ کچھ ہی دنوں میں ٹیبل ٹینس میز کا افتتاح حضرت امیر ایدہ اللہ کے ہاتھوں کروایا گیا اور باقاعدہ قواعد وضوابط کے ساتھ اس گیم کا آغاز کیا گیا۔

☆ شبان الاحمدیہ مرکزیہ نے دارالسلام کے نوجوانوں اور بچوں کے لئے کمپیوٹر کلاس کا انعقاد کیا۔ محترم عتیق الرحمٰن صاحب نے استاد کی ذمہ داری سرانجام دی اس کلاس کو دو سیکشن میں تبدیل کیا گیا۔ جس میں سے ایک چھوٹے بچوں کا سیکشن تھا اور دوسرا نوجوانوں کا سیکشن۔ اس کلاس کا ٹائم ٹیبل اور کورس آؤٹ لائن بھی تشکیل دیا گیا۔

☆ شبان الاحمدیہ مرکزیہ 2010ء نے اپنے دورہ جات کا آغاز کراچی سے کیا۔ محترم محی الدین اور طیب آفتاب صاحب نے کراچی کا کامیاب دورہ کیا جہاں پر بچوں سے سوال و جواب کا ایک سیشن کیا گیا، بچوں کو تقاریر لکھ کر دی گئیں اور ان کا مقابلہ کروایا گیا اور نمازیں ادا کرنے کے ساتھ طیب آفتاب نے فجر کی نماز پر ملفوظات بھی پڑھ کر سنائے۔

☆ جماعت ربوہ کی مساجد پر وحشیانہ حملے کے بعد سینٹرل انجمن نے اپنی سیکورٹی کو بھی بڑھانے کا فیصلہ کیا جس میں شبان الاحمدیہ مرکزیہ کے نوجوانوں کو تیار کیا گیا اور انہوں نے احسن طور پر پانچ وقت کی نمازوں، خاص کر جمعہ کی نماز، تمام جلسہ جات، رمضان میں، عیدین پر اور جلسہ سالانہ کے موقع پر اپنی جانوں کی پرواہ کئے بغیر سیکورٹی کی ڈیوٹی کو سرانجام دیا اور آج بھی دے رہے ہیں۔

☆ **دورہ راولپنڈی جماعت:**

راولپنڈی جماعت نے تمام جماعتوں کو عید میلاد النبی کے جلسہ کے لئے دعوت دی۔ جس میں شبان کی طرف سے نمائندگی وقاص احمد اور ہارون جاوید نے کی اور وہاں پر وقاص احمد صاحب نے ''رسول اللہ صلعم مصلح اعظم'' کے موضوع پر تقریر کی۔ جلسہ کے اختتام پر کھانا تقسیم کرنے میں بھی مدد کی گئی۔

☆ ظہور الرحمٰن صاحب کے والد کی وفات کا سنتے ہی شبان الاحمدیہ مرکزیہ کی طرف سے محی الدین صاحب اور طیب آفتاب صاحب جنازے میں شرکت کے لئے راولپنڈی روانہ ہوئے اور ظہور الرحمٰن صاحب اور ان کے گھر والوں کے غم میں شریک ہوئے۔

☆ 14 اگست 2010ء کو شبان الاحمدیہ مرکزیہ نے تمام حاضرین جماعت کے لئے ایک پروگرام منعقد کیا جس کی شروعات پرچم کشائی سے ہوئی اور اس کے بعد ملک کی سلامتی اور بقاء کے لئے دعا کی گئی۔ اسی موقع پر لیزر کے طالب علموں نے 14 اگست کے حوالہ سے حاضرین جماعت کے سامنے نہایت ہی دلچسپ مائم پیش کی نیز اس پروگرام میں بچوں کو قومی ترانے اور تقاریر بھی تیار کروائی گئیں۔ اس پروگرام کو ترتیب دینے اور لیزر کے طالب علموں کو مائم تیار کروانے اور بچوں کو تقاریر اور ترانے تیار کروانے میں ہارون جاوید نے اپنی خدمات سرانجام دیں۔

☆ **بلڈ ڈونر سوسائٹی:**

شبان الاحمدیہ کے پاس عموماً خون کے ضرورت مند احباب جماعت اور غیر از احباب کی درخواستیں آتی تھیں چونکہ کوئی بلڈ لسٹ موجود نہیں تھی اور جو موجود تھی وہ اس قدر پرانی تھی کہ ان سے خون لینا ممکن نہیں تھا۔ اس لئے ایک بلڈ لسٹ مرتب کرنے کے لئے مہم کا آغاز کیا گیا۔ سب سے پہلے ایس ایم ایس کے ذریعہ معلومات اکٹھی کی گئیں۔ اس کے بعد لوگوں کے گھروں میں فارم دیئے گئے اور

ڈیٹا اکٹھا کیا گیا۔ دارالسلام سے باہر کے لوگوں کے لئے جمعہ پر فارم تقسیم کیے جاتے رہے اور وصول کیے جاتے رہے نیز اس سال اسی لسٹ سے دو اشخاص کو خون کا عطیہ بھی فراہم کیا گیا۔

☆ شبان الاحمدیہ مرکزیہ نے حسب روایت بیماروں کی تیمارداری کے لئے بھی اپنی خدمات سرانجام دیں۔

محترم ارشد علویؒ صاحب کی علالت اور چوہدری ریاض احمد صاحب کی علالت کے دوران ان کے حسب منشا رضا کار ہسپتال میں ڈیوٹیاں دیتے رہے نیز خون کی فراہمی میں بھی مدد کی۔

☆ حال ہی میں طیب اسلام صاحب کو سینٹرل انجمن نے پشاور جماعت میں بطور مبلغ تعینات کیا۔ جس کے اعزاز میں شبان الاحمدیہ مرکزیہ نے طیب اسلام صاحب کے لئے الوداعی تقریب کا انعقاد کیا۔ جس میں شبان الاحمدیہ کے تمام ممبران نے شرکت کی اور طیب اسلام صاحب کی ترقی اور کامیابی کے لئے دعا کی گئی۔

☆ پیغام صلح 2010ء سوسائٹی نے شبان الاحمدیہ کے صفحہ "بچوں کا صفحہ" پر خاص توجہ دیتے ہوئے اسے دلچسپ سے دلچسپ بنانے کی بھرپور کوشش کی۔ اس سال بچوں کے صفحہ میں حضرت امیر کی ہدایت پر اطفال الاحمدیہ کے لئے ایک کوئز کا بھی اہتمام کیا گیا۔ جس میں بچے بہت دلچسپی سے حصہ لیتے رہے اور جواب شبان الاحمدیہ کو ارسال کرتے رہے۔ اور صحیح جواب دینے والے بچے یا بچی کا نام اگلے شمارہ میں شائع کیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ نمازوں میں اول، دوم اور سوم آنے والے بچوں اور بچیوں کے نام بھی پیغام صلح میں شائع کیے جاتے رہے۔ یہ تمام تر ذمہ داری حامد رحمٰن نے احسن طریق سے سرانجام دی۔

☆ ہمارے نہایت ہی محترم جناب ملک اعزاز الٰہی صاحب کے بیٹے عثمان الٰہی ملک صاحب کے اغواء ہونے پر تمام جماعت اور شبان الاحمدیہ کو گہرا دکھ پہنچا۔ اور مشکل کی اس گھڑی سے نکلنے کے لئے شبان الاحمدیہ مرکزیہ نے تمام جماعت کو ایک دن کا روزہ رکھنے کی درخواست کی اور عثمان الٰہی ملک کے لئے اللہ کے حضور گڑگڑا کر دعائیں مانگنے کی بھی گذارش کی۔ شبان الاحمدیہ مرکزیہ کی طرف سے جامع مسجد دارالسلام میں افطاری کا بھی اہتمام کیا گیا۔ اور حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے مغرب کی نماز کے بعد عثمان الٰہی ملک کے لئے دعا کی۔

☆ عثمان الٰہی ملک صاحب کے اغواء پر اس کے گھر والوں سے اظہار یکجہتی کے لئے وقاص احمد صاحب نے اسلام آباد کا دورہ کیا۔

☆ سپورٹس سوسائٹی:

حضرت امیر ایدہ اللہ کی ہدایت پر دسمبر میں شبان الاحمدیہ کے لئے ٹیبل ٹینس ٹورنامنٹ کا انعقاد کیا گیا۔ چار دن جاری رہنے والے اس ٹورنامنٹ میں شبان الاحمدیہ کو دو حصوں (جونیئر اور سینئر) میں تقسیم کیا گیا۔ فائنل مقابلوں کے لئے حضرت امیر ایدہ اللہ، جنرل سیکرٹری صاحب، بریگیڈیئر سعید صاحب، بیرون ملک سے آئے ہوئے مہمانوں کو دعوت دی گئی۔ اس موقع پر حضرت امیر ایدہ اللہ نے اس ٹورنامنٹ کے کامیاب انعقاد پر شبان الاحمدیہ اور سپورٹس سوسائٹی کو مبارکباد دی اور ساتھ ہی "کیرم اور بیڈمنٹن" کے کھیلوں کا اضافہ کرنے کی بھی اجازت دی اور فنڈ مہیا کرنے کا وعدہ کیا۔

☆ جم شبان الاحمدیہ:

دارالسلام کے نوجوانوں نے اپنی صحت و تندرستی کے لئے ہاسٹل میں ایک جم شروع کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ شبان الاحمدیہ مرکزیہ کے پلیٹ فارم سے یہ درخواست حضرت امیر قوم کی خدمت میں پیش کی گئی۔ جس کو انہوں نے سراہا اور جم کھولنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اور اس طرح شبان الاحمدیہ مرکزیہ نے نوجوانوں کی صحت و تندرستی کے لئے ایک جم کا آغاز کیا جس کا افتتاح حضرت امیر ایدہ اللہ کے ہاتھوں ہوا۔

☆ نماز سوسائٹی:

نماز سوسائٹی کے صدر تنویر احمد صاحب نے جنوری تا دسمبر 2010ء میں سب سے زیادہ نمازیں پڑھنے والے بچے بچیوں کا نتیجہ مجلس انتظامیہ کو پیش کیا۔ مجلس انتظامیہ نے اس رپورٹ کو حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں پیش کیا۔ جس کو حضرت امیر ایدہ اللہ نے سراہتے ہوئے یہ ہدایت فرمائی کہ ان بچوں کو جلسہ سالانہ پر انعامات دیئے جائیں۔ اور سب سے زیادہ نمازیں پڑھنے والے بچے یا بچی کو شبان الاحمدیہ کی طرف سے شیلڈ دی جائے۔

☆ یادرفتگان نمبر

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کی خواہش پر شبان الاحمدیہ مرکزیہ نے گذشتہ سالوں کے کیلنڈر میں آنے والی تمام شخصیات کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے سالانہ دعائیہ پر ایک کتابچہ "یادرفتگان" کے نام سے شائع کیا۔ اس کتابچہ کو تمام احباب جماعت کو کیلنڈر کے ساتھ بطور تحفہ پیش کیا گیا۔

☆ کیلنڈر

ہر سال کی طرح اس سال بھی کیلنڈر 2011ء شائع کیا گیا۔ حضرت امیر کی خواہش پر اس سال کیلنڈر کے تھیم کو تبدیل کرتے ہوئے شبان الاحمدیہ نے چھ ایسے حوالہ جات کو جن میں حضرت مسیح موعودؑ نے دعویٰ نبوت سے انکار کیا، ایک کیلنڈر کی صورت میں پیش کیا۔

☆ خورشید فاران

امسال شبان الاحمدیہ مرکزیہ نے خورشید فاران کا پہلا نمبر نکالا۔ جو کہ حضرت صاحب کے ان اقوال پر مشتمل ہے جس میں انہوں نے عقیدت سے بھرے الفاظ میں نبی آخر وزماں کی مدح و تعریف اور آپؐ سے محبت و عشق کا اظہار کیا ہے۔ خورشید فاراں دراصل ایک سوچ کی ابتداء ہے جس کے ذریعے نوجوان احمدیہ کو دین متین سے آگاہ کرنا مقصد ہے۔

☆ جلسہ سالانہ کے انتظامات:

جلسہ سالانہ کے انتظامات کو بہتر بنانے کے لئے انتظامی معاملات کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا گیا۔

(۱): سیکورٹی (۲): استقبالیہ (۳): کھانا

(۴): مسجد کے اندرونی انتظامات (۵): مطبوعات کی فروخت

ان تمام فرائض کو شبان الاحمدیہ مرکزیہ کے رضا کاروں نے بہت احسن طریقے سے سرانجام دیا

☆ شبان کا فنڈ انجمن میں:

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے مجلس انتظامیہ کی کارکردگی اور بڑھتے ہوئے اخراجات کے پیش نظر مرکزی انجمن سے شبان کے لئے 30 ہزار روپے سالانہ فنڈ مختص کر دیا جو کہ ہر سال ہر نئی آنے والی مجلس انتظامیہ کو دیا جائے گا۔

گذشتہ سال کے عہدہ داران:

صدر	وقاص احمد (ہزارہ)
نائب صدر	محی الدین (وزیرآباد)
سیکرٹری	ہارون جاوید (لاہور)
جائنٹ سیکرٹری	حامد رحمٰن (لاہور)
خازن	طیب آفتاب (ہزارہ)

مجلس انتظامیہ 2011ء

ہر سال کی طرح اس سال بھی شبان الاحمدیہ مرکزیہ لاہور کے سالانہ انتخابات ہوئے۔ سال گذشتہ کی شبان الاحمدیہ مرکزیہ کی رپورٹ جلسہ سالانہ پر پیش کی گئی۔ اس کے بعد نئے سال کے لئے ذیل کے عہدہ داران منتخب ہوئے جن کے نام حسب ذیل ہیں:

صدر:	رضا سعادت (کراچی)
نائب صدر:	اویس عامر (وزیرآباد)
سیکرٹری:	حامد رحمٰن (لاہور)
جائنٹ سیکرٹری:	تنویر شاہد (وہاڑی)
خازن:	طیب آفتاب (ہزارہ)

نئے عہدہ داران نے ذمہ داریاں سنبھالتے ہوئے نئے عزم سے کام شروع کر دیا ہے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک خاص اجلاس میں نئے عہدہ داران سے حلف لیا۔ شبان نے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ سے نئے پروگرام کے متعلق منظوری حاصل کرنے کے بعد اس کے مطابق کام شروع کر دیا ہے۔ احباب سے گذارش ہے کہ وہ ہماری کارگذاری کے سلسلہ میں حوصلہ افزائی فرماتے رہیں اور گاہے بہ گاہے اپنی تجاویز اور مشوروں سے نوازتے رہیں اور دعا بھی فرمائیں کہ اللہ ہمیں اس ذمہ داری کو پوری طرح ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مجلس انتظامیہ نے اس سال باہمی روابط کو مزید مستحکم اور مضبوط کرنے کے لئے انٹرنیٹ اور موبائل روابط کا آغاز کیا ہے۔ آپ سب سے گذارش ہے کہ آپ اپنی تجاویز اور مفید مشورے درج ذیل موبائل نمبر اور ای میل ایڈریس پر بھیج سکتے ہیں:

موبائل نمبر: 0313-4433515

ای میل ایڈریس: shabanulahmadiyya@hotmail.com

حامد رحمٰن

سیکرٹری، شبان الاحمدیہ مرکزیہ

درس قرآن ۔ ۳

نصیر احمد فاروقی مرحوم و مغفور

(از معاف القرآن)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۙ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ؕ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ۙ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ ٪

میں نے پچھلے درس میں یہ عرض کیا تھا کہ خدا کی ہستی بنیاد ہے جس پر کسی کتاب کے الہامی ہونے یا کسی مذہب کا دارومدار ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر خدا ہے ہی نہیں جیسا کہ اس زمانہ کی تحریکات مثلاً کمیونزم یا مادہ پرستی نے دہریت کو عام کر دیا ہے تو پھر کسی کتاب کا دعویٰ کہ اسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے یا کسی مذہب کا یہ دعویٰ کہ وہ خدا کی طرف سے انسان کی ہدایت کے لئے آیا ہے بالکل بے معنی ہے۔

میں نے پچھلے درس میں یہ بھی عرض کی تھی کہ خدا کی ہستی پر ایک نہیں، سینکڑوں نہیں، ہزاروں نہیں بلکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں اور لاکھوں اولیاء اللہ کی گواہی ہے۔ ان لوگوں کی حق گوئی اور ایمانداری مسلم تھی۔ پھر خدا کی خاطر ان صادقوں نے سب کچھ قربان کیا۔ دکھ اور مصیبتیں سہیں، جانیں تک ہتھیلی پر رکھ دیں، اور خدا نے ان کی زندگیوں میں اپنی ہستی کا یہ ناقابل انکار ثبوت دیا کہ ان لوگوں کی کامیابی جو ناممکن تھی ممکن کر دکھائی، اور اس ناممکن کامیابی کا پہلے سے ان کو علم دے کر اس کا اعلان بھی کرا دیا۔ اور جن لوگوں نے ان کی کامل فرمانبرداری کی انہوں نے بھی خدا کو پالیا۔

پھر علوم اور سائنس جنہوں نے شروع میں دہریت کا عقیدہ پڑھے لکھے لوگوں میں پھیلایا وہ اب خدا کی ہستی اور اس کی توحید کو ماننے پر مجبور ہو گئے ہیں کیونکہ سائنس کے انکشافات نے ثابت کیا ہے کہ یہ عظیم الشان کائنات جس کے ایک، ایک ذرہ یعنی ایٹم میں خود عجائبات کی کائنات چھپی ہوئی ہے اس کا یقیناً کوئی خالق ہے اور وہ ایک ہے کیونکہ تمام کائنات ایک ہے اور ایک ہی قوانین کے ماتحت چل رہی ہے۔

پھر ہر انسان کی عقل خود بتاتی ہے کہ اس عجیب و غریب کائنات کا کوئی پیدا کرنے والا اور چلانے والا ہے۔ اسی طرح انسان کی فطرت میں بھی خدا پر گواہی موجود ہے جو ایک دہریہ کو بھی مصیبت کے وقت خدا کو پکارنے پر مجبور کرتی ہے۔ تو ان زبردست شہادتوں کے باوجود دہریت اس زمانہ میں کیوں عام ہو گئی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ زمانہ علم کا، سائنس کا، عقل کے استعمال کا زمانہ ہے۔ اس زمانہ میں خوش اعتقادی نہیں رہی کہ جو بڑوں کا ایمان تھا اس پر چھوٹے بھی بغیر سوچے سمجھے ایمان لاتے رہتے۔ اب تو جب تک کوئی بات ماننے کے قابل نہ ہو لوگ اس پر ایمان نہیں لاتے۔ تو خدا کا تصور جو اسلام کے سوا دوسرے مذاہب نے پیش کیا وہ اس قابل نہ تھا کہ پڑھے لکھے لوگوں کو اپیل کرے۔ خدا کا عام تصور ایک پتھر کے بت کا تھا یا گائے کا یا آگ کا تھا۔ اس سے جو بڑھے انہوں نے اپنی طرح ایک انسان کا تصور پیش کیا چاہے وہ حضرت مسیح ہوں یا مہاتما بدھ یا حضرت کرشن یا جناب رامچندر۔ عیسائی صاحبان کے عقیدہ کے مطابق حضرت مسیح صلیب پر وفات پا کر تین دن تک جہنم میں رہے اگرچہ اس کے بعد وہ زندہ کئے گئے۔ تو اس معاملہ میں دوسرے انسانوں سے بڑھ کر نہ تھے کہ تمام مذاہب بتاتے ہیں کہ ہر انسان مرنے کے بعد زندہ کیا جاتا ہے۔ اور مہاتما بدھ یا حضرت کرشن یا جناب رامچندر بھی دوسرے انسانوں کی طرح وفات پا گئے۔ اگر خدا کا تصور انسانوں کا سا ہو گا تو کوئی تعجب نہیں کہ آج کہا جانے لگا ہے کہ نعوذ باللہ خدا یا تو تھا ہی نہیں یا تھا تو اب مر گیا ہے۔ دراصل شرک کے تمام عقائد خدا میں کسی عیب یا ایک سے زیادہ عیبوں یا کمزوریوں یا نقص پر مبنی ہوتے ہیں تبھی تو اس کی کمی کو پورا کرنے کے لئے دوسرے خداؤں کی ضرورت پڑتی ہے۔ تو اس روشن خیالی کے زمانہ میں انسان کی عقل یا فطرت ایک بت کے یا اپنے جیسے انسان کے تصور کو خدا کا تصور نہیں قبول کر سکتی جس میں اور انسانوں کی طرح کمزوری اور کمی ہو جس کو پورا کرنے کے لئے دوسرے خداؤں کی ضرورت ہو جبکہ سائنس کے انکشافات اس عجیب و غریب کائنات کا ایک خالق و مالک ثابت کر رہے ہوں جو ان خوبیوں اور طاقتوں اور قدرتوں کا مالک ہے کہ وہ انسان کو حیران کر دینے والی ہیں۔

اس زمانہ میں تو صرف وہی ایک وحدہ لاشریک خدا مانا جاسکتا ہے جس کا علم قرآن ان الفاظ سے دینا شروع کرتا ہے **الحمد اللہ رب العالمین** تمام تعریفیں ہیں اللہ کے لئے جو تمام جہانوں کا واحد رب یعنی پیدا کر کے ترقی کی راہ پر چلانے والا ہے۔ انسانی فطرت دوسرے انسان میں کسی عیب یا نقص کو پسند نہیں کرتی کجا یہ کہ وہ خدا میں عیب یا کمی کو قبول کرے۔ خدا ہو تو واقعی ایسا ہو کہ نقص یا کمزوریاں تو کجا اس میں تمام خوبیاں اپنے انتہائی کمال میں موجود ہوں۔

الحمد اللہ کے معنی صرف اتنے نہیں کہ تمام خوبیاں اپنے انتہائی کمال میں اللہ تعالیٰ میں ہیں بلکہ یہ بھی ہیں کہ چونکہ تمام خوبیاں اور تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہیں اس لئے انسانی دماغ میں جو خوبیوں اور قابل تعریف باتوں کا تصور پیدا ہو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی خوبیوں کا علم پا کر ہی ہوا۔ ورنہ انسانی دماغ تو اور جانوروں کے دماغ کی طرح ایک ہی مادی چیز ہے جس میں خود بخود اعلیٰ صفات کا تصور پیدا ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ جانوروں کے دماغ میں اعلیٰ صفات یا اخلاقی اور روحانی قدروں کا تصور یا احساس ہے ہی نہیں۔ اگر وہ چند عمدہ جذبات کا اظہار کرتے ہیں مثلاً مادرانہ محبت یا رحم کا تو وہ جذبات ان کی فطرت میں اللہ تعالیٰ نے رکھے ہیں تاکہ وہ اپنے بچوں کی پرورش کر سکیں۔ مگر انہیں اس بات کا کوئی احساس نہیں کہ یہ نیکی ہے یہ کرنی چاہیے یا یہ بدی ہے اس لئے اس سے بچنا چاہیے۔

تو انسان کے اندر اپنے یا اپنی نسل کے بقا کے جذبات جو جانوروں میں بھی ہیں ان سے بڑھ کر اخلاقی یا روحانی قدروں کا احساس پیدا ہوا اس خاص وحی الٰہی کی وجہ سے جو نسل انسانی کو ملی مگر جانوروں کو نہیں ملی۔ بے شک قرآن حکیم میں جانداروں مثلاً شہد کی مکھی کی طرف وحی کا ذکر ہے مگر وہ صرف اس کی راہنمائی کے لئے کہ جس مقصد کے لئے اسے پیدا کیا گیا ہے وہ اسے کس طرح پورا کرے۔ مگر چونکہ انسان کی پیدائش کا مقصد جانوروں سے بہت بلند ہے یعنی یہ کہ وہ خدائی صفات کو اپنے اندر پیدا کرے تو اسے وحی الٰہی نے اللہ تعالیٰ کی صفات کا علم دیا جو پہلے دن سے ملا۔ چنانچہ قرآن کریم میں آیا ہے ترجمہ: ''آدم نے اپنے رب سے کلمات سیکھے'' (البقرہ۲: ۳۸) جو وحی الٰہی کے ذریعہ سے تھے۔ رب کے معنی ہیں ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت کی طرف ترقی دینے والا۔ انسان کو جس حالت میں پیدا کیا جاتا ہے وہ تو حیوانی ہی ہوتی ہے مگر اسے اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ اس کی روح جو خدا میں سے آئی ہے خدائی صفات کا عکس اپنے اندر لے۔ اسی لئے رسول اللہ صلعم نے فرمایا: ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کے اخلاق اپنے اندر پیدا کرو'' اور خود قرآن پاک نے بھی توجہ دلائی ہے۔ ترجمہ: ''اللہ کا رنگ اور اللہ سے بہتر کس کا رنگ ہوسکتا ہے'' (البقرہ۲: ۱۳۸) ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگین ہونے کے معنی ہی ہیں کہ اس کی صفات کو اپنے اندر پیدا کرو۔

تو اللہ تعالیٰ نے صرف پہلے انسان ہی پر اپنی صفات کو ظاہر نہیں فرمایا بلکہ قرآن نے واضح کیا ہے کہ ترجمہ: ''ہر قوم میں ہادی آیا'' (الرعد۱۳: ۷)۔ ''ہر امت میں خدا کا پیغام پہنچانے والا آیا'' (یونس۱۰: ۴۷)۔ اور وہ پیغام جو الہامی کتاب کی شکل میں تھا خدا کی ہستی اور اس کی صفات کا علم انسان کو دیتا رہا اور انسان کو خدائی صفات اپنے اندر پیدا کرنے کی تلقین کرتا رہا۔ یہ سلسلہ جو ہزار ہا سال چلتا رہا اسی نے انسانی دماغ کے اندر اخلاقی اور روحانی خوبیوں کا تصور پیدا کیا۔ وہ الہامی کتابیں تو ضائع ہوگئیں یا بگڑ گئیں مگر ان کی تعلیم کا اثر کم و بیش تر رہ گیا۔ ڈر یہ تھا کہ زمانہ گذرنے سے وہ بھی ضائع نہ ہو جائے اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک نازل فرمایا جس میں کہ کھوئی ہوئی تعلیموں میں سے جو باقی رکھے جانے کے قابل تھیں وہ جمع کر دی گئیں۔ جیسا کہ فرمایا: ترجمہ: ''اس قرآن میں تمام وہ کتابیں یعنی تعلیم جو باقی رکھے جانے کے قابل تھی موجود ہے'' (البیّنة ۹۸: ۳)۔ یا فرمایا: ترجمہ: ''یہ قرآن پچھلی وحی الٰہی کا محافظ ہے'' (المائدہ ۵: ۴۸) ان معنوں میں کہ اس میں سے جو باقی رکھنے کے قابل باتیں تھیں وہ اس قرآن کے اندر محفوظ کر لی گئی ہیں۔ پھر خود قرآن کو ضائع ہونے یا تحریف سے بچانے کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لے لی جیسا کہ فرمایا: ترجمہ: ''ہم نے ہی نسل انسانی کی بھولی ہوئی تعلیمات کو اس کتاب میں بطور یاددہانی نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے'' (الحجر۱۵: ۹)۔ لازماً یہی کتاب اب تمام قوموں کی رہنمائی کر سکتی ہے اور نسل انسانی کے اوپر یہ اتنا بڑا احسان ہے کہ بے اختیار انسان کے منہ سے نکلتا ہے الحمد اللہ رب العالمین۔ یاد رہے کہ عالمین کے معنی جہاں تمام جہانوں کے ہیں وہاں تمام قوموں کے بھی ہیں اور رب کے معنی ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت کی طرف لے جانے اور کمال کو پہنچانے والے کے ہیں تو آسمانی روشنی اور انسان کو پیدا کرنے والے کی ہدایت کے بغیر انسان جو حیوانی سطح سے نہ اٹھ سکتا تھا اس ترقی سے محروم رہتا جس کے لئے اسے پیدا کیا گیا ہے۔ چونکہ یہ ترقی اس دنیا میں بھی مقدر ہے اور مرنے کے بعد اگلے جہانوں میں بھی جن میں انسان نے ترقی کرتے ہوئے گذرنا ہے اس لئے کیا خوب فرمایا: الحمد اللہ رب العالمین'' تمام تعریفیں ہیں اللہ کے لئے جو انسان کو اس دنیا اور اگلے جہانوں میں ترقی دینے والا ہے۔ اور جوں جوں انسان اخلاقی اور روحانی ترقی کرے گا اللہ تعالیٰ کے حسن اور احسان کی معرفت اس کی بڑھے گی۔ بقول حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد صدی چہاردہم چونکہ اللہ تعالیٰ کے حسن اور احسان کی کوئی انتہا نہیں اس لئے انسان کی اگلے جہانوں میں اخلاقی اور روحانی ترقیات کی کوئی انتہا نہیں۔ **فالحمد اللہ رب العالمین** ۔

ضرورت دعا

نور علی (لاہور)

زندگی نے اپنا سفر پستیوں سے شروع کیا اور ترقی کرتے کرتے موجودہ بلند درجے پر پہنچ گئی۔ ہم خوش قسمت ہیں جو اس جدید ترین دور میں زندہ ہیں وہ اس لئے کہ جب خدا نے ہمیں اس دور میں پیدا کیا تو یقیناً ہمیں ایسی صلاحیتیں اور ایسے علوم کے مواقع بھی فراہم کیے ہوں گے جن کے ذریعے ہم موجودہ زمانے کے چیلینجز کا مقابلہ کر سکیں۔

کیونکہ کہتے ہیں کہ دنیا میں انسان کی تخلیق بعد میں ہوئی ہے پہلے اس کے لئے زندگی کا سامان مہیا کیا جاتا ہے۔ موجودہ زمانے میں جہاں ہر طرف نئے نئے امتحان، مشکلات اور آزمائشیں ہیں وہاں مادیت کی شان و شوکت نے ہمیں ست اور ہمارے دلوں کو بے حس اور مردہ کر دیا ہے۔ ہم میں سے بہت سوں کو نہ تو دنیا میں صحیح راستے کا شعور ہے اور نہ ہی دین کی سوجھ بوجھ ہے۔ صحیح راستے سے بھٹک کر کئی لوگ گمراہ ہو چکے ہیں۔

علامہ اقبال اس مصیبت کی وجوہات پر یوں روشنی ڈالتے ہیں:

ہر کوئی مست مئے ذوقِ تن آسانی ہے
تم مسلمان ہو یہ اندازِ مسلمانی ہے
حیدری فقر ہے، نے دولت عثمانی ہے
تم کو اسلاف سے کیا نسبتِ روحانی ہے
وہ زمانے میں معزز تھے مسلمان ہو کر
اور تم خوار، ہوئے تارکِ قرآن ہو کر

گویا اس سستی، بے حسی، گمراہی، جہالت اور ناعاقبت اندیشی کی وجہ قرآن، اور روحانیت سے دوری اور خدا سے تعلق کی کمزوری ہے۔ لیکن ہمارے امام برحق حضرت مسیح موعودؑ نے نہ صرف خدا اور اس کے پیغمبر سے تعلق کی اہمیت کو از سر نو اجاگر کیا بلکہ قرآن اور روحانیت سے ہمارے رشتے کو ایک نئی زندگی دی۔ آپ فرماتے ہیں:

خدا تعالیٰ نے قرآن مجید کی ابتداء بھی دعا سے ہی کی ہے اور ختم بھی دعا پر کیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ انسان ایسا کمزور ہے کہ خدا کے فضل کے بغیر پاک ہو ہی نہیں سکتا اور جب تک خدا سے مدد اور نصرت نہ ملے یہ نیکی میں ترقی کر ہی نہیں سکتا"۔

ہمارے پیارے پیغمبرؐ فرماتے ہیں کہ:

"سب مردے ہیں مگر جس کو خدا زندہ کرے اور سب گمراہ ہیں مگر جس کو خدا ہدایت دے اور سب اندھے ہیں مگر جس کو خدا بینا کرے"۔

سو دنیا کی محبت سے وہی لوگ چھٹکارہ پاتے اور اس کی مشکلات کو وہی لوگ قابو میں لا سکتے ہیں جن پر خدا اپنا فضل کرے۔ مگر یاد رکھنا چاہیے کہ خدا کا فیض بھی دعا ہی سے شروع ہوتا ہے۔

دنیا کی محبت سے چھٹکارے کا یہ مطلب نہیں کہ پھر ایسا شخص نوکری، تجارت اور کاشتکاری وغیرہ چھوڑ دیتا ہے بلکہ وہ دنیا کے ایسے کاموں سے جو دھوکہ دینے والے ہوتے ہیں اور جو خدا سے غافل کر دیتے ہیں سے بچنے لگ جاتا ہے۔

دعا کے چند فوائد ذیل ہیں:

☆ دعا سے انسان کی کمزوریاں دور ہوتی ہیں۔

☆ دعا سے انسان آئندہ گناہوں سے بچ سکتا ہے۔

☆ دعا ایسی چیز ہے جو خدا کی طرف ایک قوت اور نور عطا کرتی ہے جس سے انسان بدی پر غالب آتا ہے۔

☆ دعا سے بیماریوں میں شفا حاصل ہوتی ہے۔

☆ دعا کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا اور نہ عافیت اور خوشی کا سامان مل سکتا ہے اور خدا سے دعا مانگنے کا بہترین ذریعہ نماز ہے۔

یاد رہے کہ یہ تمام الفاظ امام برحق کے ہیں اور امام برحق کون ہوتا ہے اور اس کا کیا کام ہوتا ہے۔ آیئے اقبال سے سنیں:

تو نے پوچھی ہے امام کی حقیقت مجھ سے
حق تجھے میری طرح صاحب اسرار کرے
ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق
جو تجھے حاضر وموجود سے بے زار کرے

گویا امام برحق وہی ہے جو مسلمانوں کو موجودہ زمانے کے حالات سے بے زار کر کے اسے اپنے محبوب حقیقی کا چہرہ دکھا کر اس کے دل میں اسلامی ماحول کے لئے ایسا عشق پیدا کرتا ہے کہ وہ موجودہ دور یا اپنے اردگرد کے حالات کو بدلے بغیر چین سے نہیں بیٹھتا۔

آخر میں میں اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا کرنا چاہوں گی:

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ''ہم اپنے پیارے نبی کے احکامات سیکھیں، سمجھیں اور ان کی تعمیل میں سب سے بازی لے جائیں۔

دعا ہے کہ! خدا مجھے وہ دل بخش دے جس میں وہی بے قراری، تڑپ اور جذبہ ہو جو تو نے ہمارے بزرگوں کو عطا کیا۔

دعا ہے کہ! خدا مجھے وہ ذہن بخش دے جس میں اونچے اور پاکیزہ خیالات ہوں۔

دعا ہے کہ! خدا مجھے وہ نظر بخش دے جس میں میں زمانے کے معاملات کی اصل حقیقت کو دیکھ سکوں۔

دعا ہے کہ! خدا مجھے وہ روح بخش دے جو میدان امتحان میں ظاہر ہو کر نیکی کو بدی سے اور حق کو باطل سے الگ کر دکھائے۔ آمین

دعائے خیر

اے اللہ! ہم تجھ سے ہر بھلائی کا سوال کرتے ہیں چاہے ہم اسے جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں، اور تیری پناہ مانگتے ہیں ہر شر سے چاہے اسے جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں، اے اللہ ہم پناہ مانگتے ہیں فکر سے اور غم سے اور تیری پناہ مانگتے ہیں عاجز اور سست ہو جانے سے اور تیری پناہ مانگتے ہیں بخل سے اور بزدلی سے اور تیری پناہ مانگتے ہیں لوگوں کے ہم پر غلبہ اور دباؤ سے۔

(ماخوذ از: مسنون دعائیں)

اظہار تشکر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ سب کو اپنی حفاظت میں رکھے اور اپنی رحمتوں اور برکتوں کا نزول آپ پر نازل فرماتا رہے اور تمام قسم کی پریشانیوں اور آفات ومشکلات سے محفوظ رکھے۔

ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمارا سالانہ دعائیہ بحفاظت گذارا اور ہمیں سالانہ دعائیہ کے فیوض وبرکات سے متمتع ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔

میں حضرت امیر قوم ایدہ اللہ تعالیٰ اور مرکزی انجمن کی طرف سے آپ سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے ان مخدوش حالات میں سالانہ دعائیہ میں بھرپور شرکت کی۔

ہم تمام بزرگوں، نوجوانوں، خواتین، بچوں اور بچیوں کے تہہ دل سے شکر گذار ہیں کہ انہوں نے اس دعائیہ کو رونق بخشی۔

ہم آپ سے گذارش کرتے ہیں کہ اگر دعائیہ کے انتظامات کو بہتر بنانے کے لئے آپ کے پاس کوئی تجاویز ہوں تو ہمیں ارسال فرمائیں تا کہ آئندہ آنے والے دعائیہ کو بہتر بنایا جا سکے۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کو اپنی حفظ وامان میں رکھے۔

والسلام

عامر عزیز
جنرل سیکرٹری
احمدیہ انجمن لاہور

مسیحِ وقت کا نورِ بصیرت لے کے آیا ہوں

از: محمد اعظم علوی

مسیحِ وقت کا نورِ بصیرت لے کے آیا ہوں
نوید جانفزائے فتح و نصرت لے کے آیا ہوں

نہیں معلوم کتنی جنتوں سے پھول آئے تھے
انہیں سے کھینچ کر یہ نور و نگہت لے کے آیا ہوں

جو دامان اخوت میں تمہارے بجلیاں بھر دیں
بفیض میرزا وہ شوق و شدت لے کے آیا ہوں

عزیز و آگہی سے زندگی بنتی سنورتی ہے
میں حضرتِ میرزا سے علم وحکمت لے کے آیا ہوں

وہ جس سے زندگی میں زندگی کے روز و شب آئے
وہی بدلے ہوئے نور و فراست لے کے آیا ہوں

وہ جس کے دیکھنے کی آرزو تھی انبیاء تک کو
کہا جس نے ، جلو میں ابرِ رحمت لے کے آیا ہوں

گواہی جس کی دینے کے لئے شمس و قمر آئے
بہاروں سے چمن کی اس کی ہیبت لے کے آیا ہوں

زمیں نے وسعتیں جب پیش کردیں اس کی خدمت میں
فلک بولا کہ سب کچھ بہر خدمت لے کے آیا ہوں

ملی اسلامیوں کو سربلندی اس کے دامن میں
اسی کے دم سے یہ پیغامِ نصرت لے کے آیا ہوں

ہمارا عقیدہ اور مخالف علماء

حضرت امام الزمان کا بیان

جس قدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو ہم سے نفرت دلا کر ہمیں کافر اور بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص معہ اس کی تمام جماعت کے عقائد اسلام اور اصول دین سے برگشتہ ہے۔ یہ ان حاسد مولویوں کے وہ افتراء ہیں کہ جب تک کسی کے دل میں ایک ذرہ بھی تقویٰ ہو ایسے افتراء نہیں کر سکتا جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بناء رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کی کلام یعنی قرآن مجید کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حسبنا کتاب اللہ ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں بالخصوص قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جل شانہ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اسے پڑھیں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لائیں اور صوم و صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقوے اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افتراء کرتا ہے۔ قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعوے ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں الا انّ لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین والمفترین۔ (ایام الصلح صفحہ 96-95)